مئی 93

قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہ فصلّٰی ۔ القرآن الکریم

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ۔ ٹاؤن شپ لاہور

اداریہ

اگر قدرت نیلے آسمان سے آگ برسانا شروع کردے تو عذاب الٰہی کا جو تصور ملنان نے سمجھ رکھا ہے شاید وہ اس پر فٹ آجائے ورنہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی جو درگت بن رہی ہے اسے وہ کب عذاب الٰہی سمجھتے ہیں اسی لئے انفرادی اور اجتماعی اصلاح کی نہ کسی کو پرواہ ہے نہ اسے مسلمان کی ضرورت سمجھتے ہیں اللہ کی رحمتیں یا اس کا عذاب انسان کی مرضی یا تصور کے تابع نہیں اپنی ناراضگی کا اظہار اللہ جس طرح چاہے کسی قوم سے کرلے یہ اس کی مرضی ہنود ویہود اور کفار کے ہاتھوں مسلمان کی ذلت اور قتل و غارت کو جو حشر برپا ہے جن تک اس آگ کی تپش اب تک نہیں پہنچی ہے دن کی بے حسی قابل دید ہے اور وہ خود کو محفوظ سمجھتے ہیں لیکن کب تک ؟ بدنام زمانہ کردار کے افراد راتوں جیلوں سے نکل کر عالم اسلام کے مضبوط قلعہ کے بارہ کروڑ مکینوں کے نگران و محافظ بن جائیں یہ مسلمان کے تصور عذاب کے کسی دائرہ میں نہیں آتا ڈاکو کہہ دینے سے تحفظ تو نہیں مل سکتا ڈاکہ ڈالنا تو اس کا پیشہ ہے لٹیرے کی اصلاح سے پہلے اپنے تحفظ کا سامان کرنا ہمارا فرض ہے جب اپنے تحفظ کا احساس مرجائے تو پھر لیٹرے کو برا کہنے سے کیا حاصل ؟

بھیڑیئے کا بھیڑوں کے ریوڑ پر مسلط ہونا تو فطرت کے عین مطابق ہے البتہ ایک بات حقیقت ہمارے لئے قابل غور ہے مسلمان کی فطرت شیر جیسی ہوتی ہے اس پر سوائے اللہ کے اور کوئی حکمرانی نہیں کر سکتا بھیڑیئے کی حیثیت کیا ؟ پھر جو جنگل شیروں سے بھرا پڑا ہو اور کوئی بھیڑیا ادھر کا رخ کرے ؟ بڑی سیدھی سی منطق ہے مسلمان شیر اور شیر بھیڑ نہیں ہوسکتا جو بھیڑ ہے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا بھیڑ شیر کی دھاڑ سیکھ لے خود کو مسلمان کہہ لے وظیفے اور نمازیں پڑھ لے یا اذانیں دینا سیکھ لے پھر بھی اللہ ان پر بدکاروں کو حکمران بنا کر اس وقت تک مسلط کرتا رہے گا جب تک وہ اپنی اصلاح کر کے مسلمان نہیں بن جاتا

(تاج رحیم)

اسلامی اِنقلاب

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

کسی بھی مسلمان کو یہ بتانا کہ اسلام کیا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے اور آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو یہ بتایا جائے کہ اسلام کیا ہے اس لیے کہ دین اسلام ان حقائق اور ان صداقتوں کا نام ہے جو اللہ نے اپنے آخری نبی آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت اور ذریعے سے اپنی مخلوق تک پہنچائیں اور اسلام کا طرہ امتیاز باقی ادیان میں یہ ہے کہ جتنے انبیاء علیہم السلام پر دین نازل ہوئے کتابیں نازل ہوئیں' وہ کبھی حتمی اور آخری نہ تھیں۔ مخصوص زمانوں کے لیے اور مخصوص قوموں کے لیے لائحہ عمل اللہ کریم نازل فرماتے رہے۔ لیکن اسلام کی بنیاد اس بات پر تھی کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یاایھا الناس ۔ اے اولاد آدم **انی رسول اللہ علیکم جمیعا**" جہاں تک زمین کے جس خطے میں جس ملک میں جس موسم میں جہاں کہیں اولاد آدم کا کوئی فرد بھی ہے اس کے لیے میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور جب یہ ارشاد فرمایا گیا۔ اگر آپ اپنے تخیل کو چودہ سو سال پہلے لے جائیں جب کہ کسی مشینری کا تصور نہیں تھا کہ اسے ذرائع آمد و رفت کے لیے استعمال کیا جا سکے یا نقل و حمل کا کوئی ذریعہ سوائے جانوروں اور بار برداری کے کوئی دوسرا سوچا نہیں جا سکتا تھا کوئی اخبار نہیں چھپتا تھا کتابیں نہیں چھپتی تھیں پریس نہیں تھا ریڈیو نہیں تھا ٹیلی ویژن نہیں تھا ٹیلی فون نہیں تھا ایک جگہ سے دوسری جگہ بات پہنچانے کے لیے انسان کو جانا پڑتا تھا اور اس حال میں تمام دنیا سے دور دراز الگ تھلگ ایک جزیرہ نما کے ایک بہت صحرائی علاقے میں چند سنگلاخ اور سیاہ پوش سخت مزاج پہاڑوں کے درمیان کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان فرمانا اور خطاب فرمانا ساری انسانیت کو بجائے خود سننے والے کو حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ یہ بات کوئی مانے گا یا نہیں مانے گا یہ تو الگ بات ہے یہ پیغام ہر فرد تک پہنچانا کیسے ممکن ہے یعنی اس دور کو اگر دیکھا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو اعلان فرمایا جا رہا ہے کیا یہ ہر بندے تک پہنچایا بھی جا سکے گا جو بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔ لیکن تاریخ صرف اس بات پہ گواہ نہیں لیکن تاریخ کے پاس یہ حقیقت تمام حقیقتوں سے بلند تر واضح تر اور روشن تر انداز میں موجود ہے کہ تئیس برس قرآن حکیم نازل ہوتا رہا اور تئیس برسوں میں پورا جزیرہ نمائے عرب اسلام کی ریاست بن گیا جہاں اللہ کے نام کا تصور نہیں تھا۔ کوئی فرد واحد نہیں تھا جو گمراہ تھا ساری مخلوق راستے سے ہٹی ہوئی تھی اور جہاں برائی پہ فخر کیا جاتا تھا اور باپ دادا کے قصیدے ان کی لوٹ مار اور قتل و غارت پر فخر کر کے پڑھے جاتے تھے جس معاشرے میں برائی کا یہ حال تھا کہ جو عورتیں پیشہ کرتی تھیں ان کے گھروں پر جھنڈا لگایا جاتا تھا اور انہیں مہذب اور محترم گردانا جاتا تھا اور جہاں لوٹ کر کھانا اور قتل و غارت گری ہی باعث افتخار سمجھا جاتا تھا اور جہاں ہر قوم کا اپنا بت تھا قوم میں پھر ہر گھرانے

کا اپنا بت تھا ہر گھرانے میں آگے ہر فرد کا اپنا بت تھا اور ہر ہر بندہ ایک ایک بت اپنی جیب میں بھی رکھ لیا کرتا تھا اور بت پرستی انسانی اغراض کی تکمیل کے لیے ایجاد ہوئی ہر بندے کا مذہب کا تصور یہ تھا کہ وہ اپنی دنیاوی ضروریات کے لیے مذہب کا سہارا لیتا تھا کسی بت سے اولاد مانگی جاتی تھی کسی بت سے بارش کی امید ہوتی تھی کسی بت سے تجارت میں منافع کی امید ہوتی تھی کسی بت سے بیماری کا علاج مانگا جاتا تھا ہر عبادت جو تھی اس کا تصور دنیاوی فائدہ تھا آخرت کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ جب قرآن حکیم نازل ہوا تو سب سے بڑی حیرت اس بات پہ تھی انہیں کہ یہ جو لوگ مر گئے ان کی ہڈیاں فرسودہ ہو گئیں اور ان کے وجود مٹی کھا گئی کیسے زندہ ہوں گے اب تک تو ان میں کوئی زندہ ہوتے نہیں دیکھا یعنی آخرت کا تصور نہیں تھا عبادت کے ساتھ دنیا کے معاملات کو جوڑ دیا گیا تھا جہاں کسی مظلوم کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں وہ اپنا درد بیان ہی کر سکتا اس سے ظلم کا تدارک تو بہت دور کی بات ہے مظلوم کی بات سننے والا کوئی نہیں تھا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز لگائی اور پوری انسانیت کو بلا کر لگائی۔

تئیس برسوں میں نزول قرآن مکمل ہوا اور جزیرہ نمائے عرب پر وہ ریاست منصہ شہود پر آگئی جس کے بنانے کا مطالبہ قرآن حکیم میں ان لوگوں سے موجود تھا جو قرآن اور اللہ کے دین کو ماننے والے تھے اور یہ اتنا بڑا کام تھا اور اتنا ضروری کام تھا کہ صرف اس کام کے لیے اس ہستی نے جو رحمتہ اللعالمین ہے اپنے وجود مبارک پر دو دو زر ہیں پہنیں اس ہستی نے جو مجسم رحمت الٰہی ہے اپنا خون کا نذرانہ پیش کیا اپنے دندان مبارک شہید کرائے اپنے اعزہ و اقارب شہید کرائے اپنے چاہنے والے اور اپنے خدام کی قربانیاں دیں اور اپنے ہاتھوں سے انہیں قبروں میں اتارا اور ان کے جنازے پڑھے یہ اتنا ضروری کام تھا اتنا اہم کام تھا کہ اسلام کا بنیادی فلسفہ ہی یہ تھا کہ اسلام اللہ کی حاکمیت کا نام ہے جہاں اللہ کے سوا کسی دوسرے کا حکم چلے گا وہاں اسلام نہیں ہو گا اور تئیس برسوں کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دار دنیا سے پردہ فرمایا تو تاریخ حیرت میں ڈوب جاتی ہے اور مورخ کو سوچنا پڑتا ہے کہ کیا لکھوں کہ وہ آفتاب رشد و ہدایت دار دنیا سے تو پنہاں ہو گیا ایک طرف قیصر اپنی پوری فوجی طاقت کے ساتھ سرحد پہ موجود ہے دوسری طرف کسریٰ کی پوری سلطنت اس نوزائیدہ ریاست کو کچلنے کے درپے ہے۔ تیسری طرف وہ مشرکین وہ کفار اور وہ منافقین جو وقتی طور پر دبدبہ اسلام سے دب گئے تھے وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حادثے کا فائدہ اٹھا کر پوری اسلامی ریاست کو تاراج کرنا چاہتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم تیار فرمائی تھی جو قرآن کے معیاری مسلمان ہیں اور جنہیں قرآن بطور نظیر پیش کرتا ہے بطور نمونہ پیش کرتا ہے عقیدہ ہو یا عمل کفار مکہ نے ایک بار وفد بھیجا اور یہ کہا کہ ہم آپؐ سے تصادم نہیں چاہتے اب آپؐ کے ساتھ بھی کافی لوگ ہو گئے ہیں لیکن ہم روساء مکہ اور مکہ کے سردار اور ہمارے پیرو کار یا ہمارے غلام یا ہمارا خاندان وہی بات مان لے جو ایک مفلس غریب اور فقیر بھی آپؐ کے پاس بیٹھ کر مان رہا ہے تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یا تو کچھ درجہ بندی ہوتی غریب کا اسلام کچھ اور طرح کا ہوتا ہمارے لیے آپس میں کوئی تفریق فرما دیں کوئی امتیازی عقائد اس میں داخل کر دیں اگر ہم باپ دادا کا مذہب چھوڑ بھی دیں تو پھر یہ جو ہمارا امتیاز ہے ہمارا فخر اور تفاخر اور ہماری جو ریاست کا دبدبہ اور جو بڑائی ہے یہ تو قائم رہنی چاہیے اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر ایسا کریں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب میں دخل نہیں دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بندوں کو مذہب سکھائیں ہمارے بتوں، ہماری حرکات، ہمارے کردار، ہمارے افعال کو حرام یا اس کے خلاف نہ کہیں تو دو میں

اب حشر کیسے ہو گا اتنی بے شمار بے پناہ مخلوق مر گئی جل گئی جانور کھا گئے مٹی میں مل گئی زمین کی صورت بدل گئی جہاں دریا تھے وہاں خشکی آ گئی جہاں خشکی تھی وہاں سمندر چڑھ آیا تو کوئی سر پیر نہ رہا کسی چیز کا اور یہ صدیوں کا اور کروڑوں ہزاروں لاکھوں کروڑوں سالوں کا عمل ہے تو یہ سارا کچھ دوبارہ یہ کیسے بن جائے گا۔ جو ایک کائنات کروڑوں برسوں میں بنتی رہی بگڑتی رہی بنتی رہی بگڑتی رہی یہ کروڑوں برسوں کا عمل یک آن کیسے ہو گا فرمایا: تم اپنے متعلق مت سوچو کوئی چیز نہیں ہوتی تمہیں اس کا خاکہ سوچنا پڑتا ہے پھر تم اس کے لیے مادہ تلاش کرتے ہو Estimate کرتے ہو فیزیبلٹی رپورٹ بناتے ہو پھر دیکھتے ہو کیا کیا چیزیں چاہئیں وہ فراہم کرتے ہو اگر تمہیں کوئی کاریگر ضرورت پڑتا ہے پھر تم بنانے لگتے ہو پھر وہ بگڑ جاتا ہے پھر اس طرح سے بنتے بنتے کوئی چیز جا کر بنتی ہے فرمایا: جو چیز ہے یا نہیں جسے اللہ کرنا چاہتا ہے اور وہ ازل سے اللہ کے علم میں موجود ہے خارج میں اس کا وجود ہے یا نہیں جو کچھ ہو چکا جو ہو رہا ہے جو ہونے والا ہے وہ سرا علم الہٰی میں موجود ہے اللہ کا علم حضوری ہے ہر چیز اس کی بارگاہ میں حاضر ہے خواہ اس کا خارجا میں وجود ہے یا نہیں اور جسے ہونا ہوتا ہے فرمایا میں صرف حکم دے دیتا ہوں ہو جا، ہو جاتا ہے اس کا وجود خارج میں نہیں ہوتا یہ نہ سوچو کہ اس کے لیے اللہ کو گارا مٹی تلاش کرنا پڑے گا بلکہ عم الہٰی میں اس کا وجود موجود ہوتا ہے اور اسی کو حکم دے دیتے ہیں ہم جب چاہتے ہیں۔ انا ارللہ جب ارادہ فرماتے ہیں کسی چیز کا کہ وہ ہو جائے **ان نقول لہ کن** اور ہم اسے کہہ دیتے ہیں ہو جا فیکون ہو جاتی ہے تو لمحہ بھی دیر نہیں لگتی۔ یہ تمہارا کروڑوں صدیوں کا عمل ایک آن میں جیسا تھا ویسا سارا بحال ہو جائے گا تو یہ سارا نظام جو ہے اس میں جیتنے کے لیے اس میں کامیابی کے لیے اس میں اخروی بھلائی کو پانے کے لیے کرنا کیا ہو گا فرمایا صرف وہ لوگ بچ سکیں گے۔

والذین ہاجروا فی اللہ۔ جو اللہ کی راہ میں ہجرت کر گئے مہاجر ہو گئے مہاجر سے مراد صرف ترک وطن کرنے والا نہیں ہوتا مہاجر سے مراد ہوتا ہے جو اپنے فیصلوں سے گذر جائے اپنے مسکن اپنے ٹھکانے اپنے گھر اپنے فیصلے اپنی خواہشات کو چھوڑ کر احکام الہٰی کی اطاعت کر لے کوئی اپنے نظریے سے ہجرت کرتا ہے میرا نظریہ جو کچھ تھا ٹھیک نہیں ہے ٹھیک وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا دوسرا اپنے فعل سے ہجرت کرتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ صحیح نہیں مجھے وہ کرنا ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کوئی اپنے گھر سے ہجرت کرتا ہے کہ یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے اور اللہ کے قانون کے مطابق مجھے یہ گھر چھوڑ دینا چاہیے کوئی اپنے وطن سے کرتا ہے یہ ساری صورتیں ہجرت کی ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ کوئی بھی شخص اپنی من مانی کر کے اللہ کی رضا کو نہیں پا سکتا ہر شخص کو ہجرت کرنا ہو گی مرد ہے یا خاتون وہ بڑا ہے یا چھوٹا وہ اپنے آپ کو ولی سمجھتا ہے یا پیر سیاست دان ہے یا امیر وہ کوئی مزدور ہے یا محنت کش اللہ کا وہ بندہ ہے اللہ اس کا مالک ہے اور اس کا اپنی سوچ سے ہجرت اپنی خواہشات سے ہجرت اپنے

سے کسی بات پر سمجھوتہ ہونا چاہیے اللہ نے جواب دیا اس وفد کو فرمایا

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا ان سے کہہ دو جس طرح ان لوگوں نے مانا ہے جنہیں تم مفلس کہتے ہو فقیر کہتے ہو جنہیں تم غریب کہتے ہو اگر تم بھی وہی بات مان لو تو تم ہدایت یافتہ ہو گئے تم اللہ کے مقرب ہو گئے۔

وان تولوا۔ اگر اس بات سے پھر جائیں **فانما هم فی شقاق۔** تو انہوں نے اپنے لیے تباہی منتخب کر لی وہ نہیں بچ سکیں گے وہ اپنی ساری شان و شوکت سمیت تباہ ہو جائیں گے۔ یہ عقیدہ وہ معیاری بتایا قرآن نے جس پر صحابہ کا ایمان تھا اور جس کی تصدیق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروائی جب عمل کی بات آئی تو عمل کا معیار بھی قیامت تک کے لیے۔ کیونکہ دنیا میں تین طبقے ہیں ایک وہ جو مہاجر صحابہؓ ہیں ایک وہ صحابہ جنہوں نے مہاجرین کو اپنے سینے سے لگایا اور انصارؓ کہلائے تیسرے وہ لوگ ہیں تب سے لے کر قیام قیامت تک جنہیں دین نصیب ہو گا یا جتنے دنیا میں آئیں گے جن تک دعوت پہنچے گی تو فرمایا۔

والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار ۔ وہ سبقت لے جانے والے پہلے پہلے مہاجرو انصارؓ اس کے بعد قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے راہ عمل یہ ہے۔

والذين اتبعوهم باحسان ۔ جس نے خلوص دل کے ساتھ ان (رضی اللہ عنہم و رضوعنہ) کی پیروی اختیار کر لی اللہ اس پر راضی اور اس پر اتنا انعام کرے گا کہ وہ بھی کہہ اٹھے گا اللہ میں راضی ہوں بس کر دے ایمان میں بھی' عمل میں بھی' وہ مثالی مسلمان معیار قرار دیئے گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمائے انہوں نے کیا کیا۔

صحابہ کا سب سے بڑا کارنامہ جو انہوں نے انجام دیا جو اللہ نے ان سے لیا وہ کیا ہے؟ وصال نبوی کے ٹھیک تیئس برس بعد دنیا کا ہر فرد عقائد اسلامی سے آشنا ہو چکا تھا صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تیئس برس کے اندر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت تک چین سے لے کر ہسپانیہ تک اور سائبیریا سے لے کر افریقہ تک اسلامی سلطنت کی حدود بڑھا دیں اب دنیا کا کوئی گوشہ کسی بادشاہ کا کوئی محل یا کسی فقیر کا جھونپڑا ایسا تھا جو اتنی بڑی ریاست کو جو گنتی کے چند سالوں میں پھیل کر معلوم دنیا کے تین حصوں پر پھیل گئی کوئی اس سے ناواقف رہ گیا تھا؟ آج بھی آپ کے پاس ساٹھ یا پچاس یا پچپن اسلامی ریاستیں ہیں یہ صرف وہ علاقے ہیں جو صرف صحابہ نے فتح کئے ان کے بعد جو فتح ہوئے ان سے اسلام کو مٹا دیا گیا۔ یہ میری اور آپ کی ہمت نہیں ہے یہ ان قدموں کی برکت ہے کہ جس زمین کو انہوں نے چھو لیا وہاں سے ہمیشہ کے لیے اسلام کو مٹایا نہیں جا سکا یہ آج بھی ان کے خلوص پہ گواہ ہے یہ زمین کے ذرات بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ یہاں اللہ اکبر کی آواز کس نے پہنچائی تھی اتنی گہری گاڑ دی انہوں نے پہاڑوں کے سینوں میں زمین کے ذروں میں فضاؤں میں دریاؤں میں وادیوں میں کہ کفر سارے زور لگا چکا۔ اس سرزمین پر سو سال انگریز مسلط نہیں رہا؟ اور انگریز مشنری سارا زور نہیں لگاتی رہیں؟ آج نظر آیا جاتا ہے کہ مشنری مسلمانوں کو عیسائی کر رہی ہے برطانوی عہد میں مشنری نے کونسی کسر چھوڑی کیا بگڑا اسلام کا۔ صرف یہاں نہیں آپ زمین کے ان خطوں کو دیکھئے جہاں صدیوں سے حکومت کفر کی ہے لیکن جہاں جہاں صحابہؓ نے اسلام پہنچایا تھا وہاں سے روس جیسی بے دین ریاست بھی پون صدی تک قتل و غارت اور تباہی کرنے کے باوجود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مٹا سکی۔ تو وہ پیغام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر کھڑے ہو کر پوری انسانیت کو دیا تھا غلامان نبوت نے جانیں لگا کر دنیا میں پہنچا

دیا۔

صحابہ کے حالات آپ پڑھیں تو ایک صحابی جہاد پر گیا اور پھر جہاد میں کافروں کی قید میں چلا گیا تیس برس بعد لوٹ کر مدینہ منورہ آیا اپنے گھر کا حلیہ تک بدل گیا تھا گلیاں اور محلے بدل گئے تھے تو گھر کا پتہ پوچھنے کی بجائے مسجد کا رخ کیا مسجد میں ایک عالم بیٹھے درس دے رہے تھے آپ درس سنتے رہے ان کا درس ختم ہوا تو نام پوچھا تو وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا جسے ماں کی گود میں چھوڑ کر گئے تھے اسے ملے واپس آئے اور اہلیہ سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں میرے تیس برس میرے رب نے قبول فرما لئے مجھے فکر یہ تھی کہ میں تو کافر کی قید میں چلا گیا لیکن جس معصوم کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں پتہ نہیں وہ دین اسلام کے لیے کچھ واقفیت پیدا بھی کرتا ہے یا نہیں مسلمان بنتا بھی ہے یا کہ نہیں۔ دنیا میں پھیلنے والا اسلام کہیں میرے اپنے گھر سے رخصت تو نہیں ہو گیا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں نے شہر میں داخل ہو کر جس شخص سے پہلے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی وہ میرا ہی لخت جگر تھا یہ حاصل تھا ان کی زندگیوں کا۔ اس شخص نے آ کر نہیں پوچھا کہ مال کتنا بنایا۔ جائیداد کتنی بنی گھر کا کیا حال ہے یا ہمارے باغ کتنے بڑھ گئے تجارت کسی نے کی یا نہ کی۔

وہ اکابر صحابہؓ جن کی خاک کو زمین ترستی تھی اور جنہیں زیب دیتا تھا کہ وہ جنت البقیع کی زینت ہوتے جن کا حق بنتا تھا کہ وہ جنت المعلیٰ کے قبرستان میں استراحت فرما ہوتے جن کا حق بنتا تھا کہ روضہ اطہر کے سایہ میں ان کو بھی آرام نصیب ہوتا آپ کو وہ تپتے ہوئے صحراؤں میں افریقہ کے صحراؤں میں جنگلوں میں بیابانوں میں چین کے ویرانوں میں اور ہسپانیہ کے ساحلوں پر ہندوستان کی وادیوں میں اور دنیا کے ذروں میں بکھرے ہوئے ان کے انوارات نظر آتے ہیں کیا انہیں مدینہ عزیز نہیں تھا روضہ اطہر کا سایہ عزیز نہیں تھا انہیں بیت اللہ سے محبت نہیں تھی! قرب الٰہی اور قرب نبوت کی شرط یہ تھی کہ وہ کام وہ محنت وہ مشن وہ دین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے وہ اللہ کے بندوں تک پہنچایا جائے۔ یہ انہوں نے کیسے کر لیا۔

یہ لوگ تو وہی تھے جو ایک لقمے کے لیے دوسرے سے لڑ پڑتے تھے چھین لیتے تھے جو ایک جانور کو پانی پلانے کے لیے انسانوں کو قتل کر دیتے تھے۔ کہتے تھے میرا جانور پہلے پئے گا یہ لوگ تو وہی تھے ان میں کوئی تبدیلی تو نہیں آئی باہر سے نئے لوگ تو نہیں منگوائے گئے۔ تو یہ ایک دم سے نہ صرف انہوں نے وہ سارا کچھ چھوڑ دیا عقیدے سے لے کر عمل تک سارا وہ اپنا لیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا بلکہ وہ اتنے سیراب ہو گئے کہ ایک جہان کو انہوں نے سیراب کر دیا اپنے زمانے کی تاریخ بدل کر رکھ دی یہ اس لیے ہوا کہ سب سے پہلے برکات نبوی سے وہ خود بدل گئے **ان اللہ لا یغیروا مابقوم**۔ اللہ کسی قوم کے حالات تبدیل نہیں کرتا **حتی یغیروا ما بانفسھم**۔ جب تک وہ اپنے اندر کو تبدیل نہیں کرتے جو کچھ اپنے اندر ہے اسے صاف نہیں کرتے اللہ کسی قوم کے حلات تبدیل نہیں کرتا تو ان کو جو تبدیلی نصیب ہوئی اس کے ساتھ قوت تھی برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نبی علیہ السلام کا کمال یہ تھا۔

یتلوا علیھم ایتہ دعوت الی اللہ۔ اور جو قبول کرتا۔ **ویزکیھم**۔ ان کا تزکیہ فرما دیتا۔ **ویعلمھم الکتب والحکمہ** پھر انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا۔

پہلے دین اپنے وقت' اپنے علاقے' اپنے ماحول کے لیے آئے لیکن جب اسلام نازل ہوا تو اس میں طرہ امتیاز یہ تھا کہ اللہ نے یہ فرما دیا **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ الیوم اکملت لکم دینکم**۔ تمہارا دین آج میں نے مکمل کر دیا یہ وہ آخری آیہ کریمہ ہے جو حجتہ الوداع کے موقعہ پر

میدان عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور تکمیل دین کے ساتھ **واتممت علیکم نعمتی**، جتنے انعامات کوئی بندہ اپنے مالک سے لے سکتا ہے وہ سارے کے سارے میں نے اس دین میں سمو دیئے۔ تمام کر دیں اپنی نعمتیں تم پر اس سے باہر جا کر کسی نعمت کسی بھلائی کسی اچھائی کسی نفع کی کوئی امید نہیں۔ سارے انعامات جو بندہ لے سکتا ہے بارگاہ الوہیت سے وہ اس دین میں میں نے سمو دیئے۔ **واتممت علیکم نعمتی** - یہ دونوں باتیں پہلے کسی دین کو عطا نہیں ہوئیں نہ تکمیل کی نہ اتمام نعمت کی اور فرمایا **رضیت لکم الاسلام دینا**۔ میری تمہاری صلح ہو گئی دین اسلام پر میں تم سے راضی ہو گیا میں تم سے خوش ہو گیا کس بات پر دین اسلام پر۔ گویا یہ تعین فرما دی گئی کہ آج کے بعد کوئی اس میں گھٹائے گا تو وہ اسلام نہیں ہو گا اس میں کوئی بڑھائے گا تو وہ اسلام نہیں ہو گا اور اس سے باہر کوئی قدم رکھے گا تو وہ رضائے الٰہی کو نہیں پا سکے گا تو اسلام میں بنیاد اس بات پر ہوئی کہ اسلام صرف وہ بات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اور صحابہ نے سیکھی دوسری بات یہ ہے کہ جان نثاران مصطفیٰؐ پر یہ فریضہ عائد ہو گیا کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو تبدیل کریں اور حقیقی غلامان مصطفیٰؐ بنیں صرف اس پر بس نہ کریں کہ میں تبدیل ہو گیا ہر ممکن حد تک جہاں تک ان کی آواز پہنچ سکے جہاں تک ان کی تحریر پہنچ سکے جہاں تک ان کا اقتدار پہنچ سکے جہاں تک ان کے مادی وسائل پہنچ سکیں جہاں تک ان سے ممکن ہو سکے کائنات بسیط میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر خادمان بارگاہ نبوت کی طرح پھیل جائیں۔ جہاں جہاں اس میں کمی آئے گی وہاں وہاں رحمت الٰہی سے محرومی ہوتی چلی جائے گی۔ ہم نے بہت سی باتیں بہت سی رسومات بہت سے رواجات اپنی طرف سے جمع کر کے ان کو اسلام میں داخل کر دیا ہم نے بہت سی وہ باتیں جو اسلام کا طرہ امتیاز تھیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی تاریخ جن سے مرتب ہے چھوڑ دیں اور سب سے بڑا جو جرم ہوا وہ یہ ہے کہ اسلام کی روح جو تھی کہ اللہ کا دین اللہ کے ہر بندے تک پہنچایا جائے نبی علیہ السلام کا قاصد بن کر اس سے ہم نے پہلوتہی کی اور ہم نے یہ سمجھا کہ میرا کلمہ پڑھ لینا' میرا نماز پڑھ لینا' میرا وظیفہ پڑھ لینا' یہ اسلام کا حق ادا ہو گیا۔ ہم باہر کسی تک دین کب پہنچاتے ہم نے تو اپنی بیویوں اپنی اولاد اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں کو دین بتانے سے اعراض کیا۔ ہمارا حال یہ ہو گیا ہم اللہ کی مخلوق تک دین لے کر کب جاتے۔ پہلی بات تو یہ کہ ہم خود دین سے غافل ہو گئے اگر کوئی بہت بڑا دین دار بنا تو وہ خود ہی وظیفے کرتا رہا اس نے گھر والوں کو وضو تک کرنے کی تربیت نہ دی اس نے اولاد کو دین نہ سکھایا اس نے ازواج متعلقین تک کو دین نہ سکھایا تو دوسروں تک وہ لے کر کب جاتا۔ صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ ایک صحابی کھانا کھا رہے تھے کدو پکا ہوا تھا تو ان کے بیٹے نے یہ کہہ دیا کہ کدو مزے دار سبزی نہیں ہے یہ روز کیوں پکوا لیتے ہیں انہوں نے تلوار کھینچ لی بیوی درمیان میں آ گئی بچہ ہے معصوم ہے جانتا نہیں ہے آپ تلوار لے کر کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے۔ تو فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرماتے تھے یہ کہتا ہے کدو خراب سبزی ہے میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے معافی مانگی اس نے توبہ کی کہ اس وجہ کا مجھے پتہ نہیں تھا۔ آپ نے معاف تو کر دیا لیکن شرط یہ رکھی کہ آئندہ جب تک میں زندہ ہوں تم میرے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتے۔ تو اتنی سی بات جو ایک نادانی میں اس کے منہ سے نکل گئی انہوں نے پسند نہیں فرمائی۔

ایک صحابی مسجد نبوی میں آئے تو آپ نے سرخ رنگ کی چادر لے رکھی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا یہ چادر تمہارے لئے اچھی نہیں ہے دوسرے تیسرے دن پھر کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کو خیال آیا انہوں نے دیکھا تو پوچھا کہ وہ چادر کیا ہوئی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو تنور میں جھونک دی تھی آپ نے فرمایا اس کا رنگ سرخ تھا اور میں سمجھا تم بیوی کو یا بیٹی کو یا کسی خاتون کو دے دو گے مردوں کو سرخ رنگ اچھا نہیں لگتا تو اس لیے میں نے کہہ دیا کہ سرخ رنگ کی چادر نسوانی سا رنگ ہے مردوں کو تو اچھا نہیں لگتا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ نہیں جانتا کہ رنگ کیا تھا جس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرمائیں اس چیز تک ہماری رسائی ہو پھر وہ اس دنیا میں رہے کیوں؟ میرا اس پہ اختیار تھا آپ نے فرمایا چادر اچھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آئی جو میرے اختیار میں ہوتی ہے وہ نہیں بچ سکتی میں نے تنور میں پھینک دی یعنی اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا کرتہ سل کر آیا اس کا بازو لمبا تھا آپ نے چھری منگوائی اور بیٹے سے کہا کہ ادھر سے پکڑو ادھر سے اس طرح کر کے پکڑا درمیان سے کاٹ دیا اس نے کہا ابو قینچی لے آتے ہیں سلائی کر لیتے ہیں فرمایا رہنے دو یار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دفعہ کرتے کا بازو لمبا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کاٹ دیا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑھاپے میں نابینا ہو گئے تھے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے راستے میں ایک درخت پڑتا تھا جو بہت بڑا تھا اور راستہ اور سواریاں اس کے نیچے سے گذرتی تھیں اور اونٹ پر جو شخص سوار ہوتا اسے شاخوں سے سر بچانے کے لیے سر جھکانا پڑتا حجتہ الوداع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گذری تو آپ بھی سر جھکا کر ان شاخوں کے نیچے سے گذرے ساری عمر جب بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سواری وہاں سے گذری ہمیشہ سر جھکا کر گذرتے حالانکہ درخت اکھڑ گیا تھا ختم ہو گیا تھا بوڑھے ہو گئے تھے آنکھیں نہیں تھیں نابینا ہو گئے تھے لیکن وہ جگہ اتنی یاد تھی کہ اونٹ وہاں پہنچا تو آپ جھک جاتے۔ کسی نے نہ جانتے ہوئے پوچھا کہ حضرت کیوں جھکتے ہیں فرمایا یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جھک کر گذرے تھے حضرت اس وقت تو مجھے کسی نے بتایا یہاں درخت تھا اور اس سے بچنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جھک گئے فرمایا مجھے اس سے غرض نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں جھکے مجھے اس سے غرض ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے کیسے گذرے---- آج ہمارا اسلام-----

کفار دنیوی فوائد کے لیے مذہبی رسومات ادا کرتے تھے اور ہم بھی دنیوی فوائد کے لیے مذہبی رسومات ادا کرتے ہیں۔ وہ بت پوجتے تھے ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ الگ بات ہے اسلام اسلام ہے کفر کفر ہے لیکن اس کا طرز عمل جو ہے اس میں مماثلت اور لوگوں کی فکر اور سوچ میں مماثلت ایسی آگئی کہ وہ بھی حصول دنیا کے لئے اور دنیوی فوائد کو حاصل کرنے کے لیے بتوں کی پوجا کرتے تھے اس قباحت سے یہ ہمارا کمال نہیں ہے کہ کمال اس نبی علیہ اسلام کا ہے جس نے فضا کو اللہ کے نام سے بھر دیا اور ایسا لا الہ الا اللہ کہا کہ اب جو بت پوجتے ہیں خود انہیں بھی بت پوجتے ہوئے شرم آتی ہے آپ آج کے ہندو سکالر کو پڑھیں آپ آج کسی عیسائی سکالر کو پڑھیں آج کے کسی مذہب کے سکالر کو آپ پڑھیں وہ بت پوجتے ضرور ہیں لیکن اس پر تنقید بھی کرتے ہیں کہ یہ بندوں والا کام نہیں ہے یعنی خود بھی وہ شرمندہ ہیں جو بے نصیب بتوں کی پوجا کرتے بھی ہیں نا وہ بھی اپنی بت پرستی سے نادم ہیں اس قوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضا کو توحید سے بھر دیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لیتے ہیں ہماری استعداد تو یہ ہے کہ ہمارا دین آج بھی دنیا ہے دکان پر گاہک آجائے نماز قضا ہو جاتی ہے گاہک قضا

نہیں ہوتا کسی کو زکام ہو جائے ایک چھینک آ جائے پانچ نمازیں قضا ہو جاتی ہیں دفتر بھی چلا جاتا ہے کاروبار پہ بھی چلا جاتا ہے مویشی چرانے بھی چلا جاتا ہے دین کی بات ہو تو طبیعت خراب ہے اس کی ساری خرابی دین پہ نکلتی ہے۔ تو پھر اس بات پہ خفامت ہو کہ میں کیسی مثال دے رہا ہوں میں ایک حقیقت سامنے لا رہا ہوں جس کے بارے کل میدان حشر میں جو ہمارے سامنے آ جائے گی کہ بتاؤ تم میں اور ان میں کیا فرق ہے اپنے آپ کو الگ کرو ان سے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے **من تشبه بقوم فهو منهم** ۔ جو جس قوم جیسا عمل اور شکل صورت اپنائے گا اس کو ان میں کھڑا کر دیا جائے گا پھر اپنا امتیاز بتاتا رہے کہ ان سے کیسے الگ ہے۔

آج ہمارے پاس بہت بڑا بہانہ اپنے آپکو بہلانے کے لیے بھی یہ ہے اور دوسروں کو بتانے کے لیے بھی یہ ہے کہ ہم بین الاقوامی معاشرے میں اور ملکی ماحول میں اگر دین پر عمل کریں تو کیسے ایڈجسٹ ہو سکتے ہیں میں بتاؤں آپ کو کیسے ایڈجسٹ ہو سکتے ہیں جیسے وہ لوگ ایڈجسٹ ہو گئے تھے جن پر اہل مکہ نے مظالم کے پہاڑ توڑ دیے تھے ظلم کا ہاتھ ٹوٹ گیا لیکن وہ جو بظاہر کمزور تھے انہیں ان کا کوئی ظلم توڑ نہ سکا وہ معاشرے میں ایڈجسٹ نہیں ہوئے معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کر ان کے ساتھ ایڈجسٹ ہو گیا جو لوگ ساری زندگی معاشرے کے ساتھ خود کو ایڈجسٹ ہونے کی سوچتے رہتے ہیں معاشرہ انہیں ڈھالتا رہتا ہے وہ قوت پیدا کرو کہ ایک مسلمان بھی ہو تو وہ مسلمان رہے خواہ سارے معاشرے کو ٹوٹنا پڑ جائے تب جا کر آپ معاشرے میں نہیں معاشرہ آپ میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کرے۔ اگر آپ اپنے آپ کو ایڈجسٹ ہونے کی سوچیں گے تو آپ تبدیلی نہیں لا سکیں گے۔ جو بھی چیز ڈھل جاتی ہے آپ پانی کو کسی برتن میں ڈالیں تو اس برتن کی شکل بدل دے گا؟ نہیں بدلے گا مائع جو ہے وہ خود کو ایڈجسٹ کرتا ہے وہ دوسرے کی شکل نہیں بدلتا لیکن آپ ایک کیل کسی برتن میں ٹھونکیں دیکھیں اس کی شکل تبدیل کرتا ہے یا نہیں۔ تو کیا مسلمان اس کیل سے بھی کمزور ہے؟ جو پانی کی طرح ہر دیگ میں ڈھلتا چلا جائے وہ مسلمان ہے اور اسلام ہے؟ اور وہ تعلق باللہ ہے اس پہ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلام نافذ ہونا چاہیے کیا حق حاصل ہے اس بندے کو مطالبہ کرنے کا جو اپنے ایک وجود کو اسلام پر قائم نہیں رکھ سکتا جو شخص اپنی ذات کو اسلام پر قائم نہیں رکھ سکتا وہ دوسروں کو کیسے کس منہ سے کہتا ہے کہ پورے ملک پر اسلام قائم کر دو کیوں کہتا ہے؟ کیسے کہتا ہے؟ اس کو کیا حق حاصل ہے کہنے کا یہ کہنے کی باتیں نہیں میرے بھائی یہ کرنے کی باتیں ہیں اور میں آپ سے بڑا واضح طور پر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے دعاگوؤں کی ضرورت نہیں ہے مجھے ان لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو زندگی کی بھیک مانگنے کے لیے آتے ہیں کہ دعا کریں ہمیں زندگی مل جائے ہمیں وہ لوگ چاہیں جو موت کے متلاشی ہوں ہمیں وہ بندے چاہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنی جان کی بازی ہارنے کے لیے اور دین کمانے کے لیے اپنے آپ کو لیے پھرتے ہیں۔ آپ نے ایک نظم پڑھی ہوگی ہم نے مڈل میں یا پرائمری میں پڑھی تھی کوئی پچاس برس بیت گئے یاد نہیں رہتا اس میں مکالمہ تھا بارش کے قطروں کا کہ چند قطرے جو بے تاب تھے دوسرے انہیں مشورہ دے رہے تھے کہ یہ تو صحرا ہیں پیاسے۔ تم چند گر بھی جاؤ گے تو کیا ہو گا۔ انہوں نے کہا صحرا کو سیراب کرنا ہماری جرات سے باہر ہے۔ لیکن قطروں کو گرنا سکھا جائیں گے ہمارے گرنے سے صحرا تو سیراب ہونے سے رہا لیکن جو قطرے منتظر ہیں نا گرنے کے ان کو ہم گرنا سکھا جائیں گے۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم سے اگر انقلاب بپا نہ ہو سکا تو ہم لوگوں کو انقلاب کے لیے مرنا سکھا کر مریں گے

اور نہیں مرنا نہیں آیا انہیں جینا نہیں آیا۔ لوگو! انقلاب فساد کا نام نہیں ہے انقلاب کسی کی دکان جلانے کا نام نہیں ہے اسلام کسی کا گھر اجاڑنے کا نام نہیں ہے اسلام محرم کے جلوسوں پر پتھر پھینکنا نہیں ہے کسی کے جلسے میں گالیاں دینا اسلام نہیں ہے کسی راستہ چلتے ہوئے پر طنز کرنا اسلام نہیں ہے مدینتہ الرسول (صلی اللہ علیہ و سلم) میں کافر جنگی قیدی آتے تھے وہ اپنے کافرانہ رسومات مدینتہ الرسول میں ادا کرتے تھے انہیں کوئی نہیں روکتا تھا میں اور آپ کون ہوتے ہیں کہ جب تک محرم کے جلوس پر فوج نہ آئے تو وہ نہیں نکال سکتے۔ اگر کوئی غلط کر رہا ہے تو وہ اپنی قبر میں جائے گا آپ اپنے آپ کو تو اسلام پر کار بند کریں شاید آپ کو دیکھ کر وہ غلطی کرنے والا بھی سنبھل جائے آپ دو دن چار دن ایک آدمی پر پتھر پھینک کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اپنی ساری زندگی کو اسلام کے مطابق نہیں ڈھالتے تو کونسی اسلام کی خدمت آپ نے ادا کر دی۔ میرے بھائی نہ جلوسوں کا نام اسلام ہے نہ زور دار جلسوں کا نام اسلام ہے اسلام اس تبدیلی کا نام ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بندے کی اپنی ذات سے شروع ہوتی ہے اور اس کے متعلقین سے ہوتی ہوئی فضائے بسیط کو متاثر کرتی چلی جاتی ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا اعزاز ہے مجدد فی التصوف اور وہ اس کے مستحق تھے اس لیے کہ آپ نے اس دور میں تصوف کو پھر سے خانقاہوں سے نکال کر میدان کار زار میں کھڑا کر دیا جو اس کا اصل مقام ہے سب سے بڑے صوفی وہ تھے جنہیں بدر میں کھڑا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یا اللہ میں سارے کا سارا سلام لے آیا ہوں اگر یہ لوگ آج یہاں کھیت رہے تو **لن تعبد ابدا** پھر قیامت تک کوئی پیشانی تیری بارگاہ تک نہیں جھک پائے گی یہ سارے اسلام کا نچوڑ تخم اور بیج جو ہے وہ تیری بارگاہ میں میں نے حاضر کر دیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں آسانی سے پھیلا اسلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان میدان بدر میں لے گئے ساری کائنات ایک طرف اور ایک ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمت کروڑوں جہانوں سے زیادہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری محنت تیرہ چودہ برسوں کی کمائی بچے بوڑھے سمیت اٹھا کر میدان کار زار میں لے گئے۔ اور جو جھنڈا بنایا گیا تین جھنڈے تھے مہاجرین کا جھنڈا الگ تھا انصار کا جھنڈا الگ تھا اور مرکز کا جھنڈا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس کے تابع وہ دونوں جھنڈے تھے وہ جھنڈا الگ تھا پتہ ہے وہ جھنڈا کس کا بنایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہ کے دوپٹے کا بنایا تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بیوی کا دوپٹہ خاوند کی ناموس ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پیش کی اپنے جان نثار پیش کئے اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بنا کر میدان میں گاڑ دیا کہ چاہے بار الہا تو اسے سربلند رکھ اور تو چاہے تو کافروں کے پاؤں تلے روند دے آپ کہتے ہیں صرف دعا مانگنے سے اسلام پھیل جائے گا دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور مانگی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں بھی دعا مانگ سکتے تھے لیکن بدر میں جھنڈا گاڑ کر پیٹ سے بھوکے اور جسم سے ننگے خدام کی صفیں بنوا کر۔ بدر میں ایسے لوگ تھے جنہیں کھانے کو کسی کو پانچ اور کسی کو دو اور کسی کو چار کھجوریں ملیں کسی کے پاس ایک چادر تھی جو اس نے کمر کے گرد لپیٹ کر گردن کے پیچھے گانٹھ دے لی تھی اور کسی کے پاس دو چادریں تھیں ایک کمر سے بندھی ہوئی تھی اور ایک اوپر لپیٹی ہوئی تھی ان ننگے پیٹوں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صف آرا کر کے کفار کے مقابلے میں لے آئے ایک صحابی کھڑا کھجوریں کھا رہا تھا اس نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدر میں مارا

جاؤں تو جنت میں چلا جاؤں گا فرمایا بے شک۔ وہ پانچ میں سے دو کھا چکا تھا تین اس کے ہاتھ میں تھیں اس نے زمین پر دے ماریں اس نے کہا وہاں جا کر کھائیں گے ان پر کون منہ مارتا پھرے کیا فائدہ وقت ضائع کرنے کا وہیں جا کر کھائیں گے وہاں پھل تھوڑے ہوں گے جو میں کھجوریں کھاتا رہوں؟

اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بنانے کے بعد عرش بدر میں سر بسجود ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی ہم نہ میدان کار زار میں نکلے نہ اپنے وجود کو تبدیل کیا نہ اپنے وسائل اور ذرائع چھوڑ سکے ہماری دعا سے اسلام نافذ ہو جائے گا؟ کیسے ہو گا؟ کیا آج قانون فطرت بدل جائے گا؟ وہ قانون جو آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی وہی رہا میرے اور آپ کے لیے کیسے بدل جائے گا؟ فطرت کے قوانین اٹل ہیں۔

لا تبدیل لسنتہ اللہ لخلق اللہ۔ اللہ کی سنت میں اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ نے یہ قوت دی اور یہ سعادت بخشی کہ انہوں نے اس نظام کو گوشے سے خانقاہی نظام اور اور اندرون خانہ بیٹھنے سے نکال کر میدان عمل سے روشناس کرایا اور ہمیں یہ درس دیا کہ قلوب میں تجلیات باری پہنچانا یہ ہمارے ذمے ہے اور منور قلوب کو لے کر میدان کار زار میں مصروف عمل ہونا یہ تمہارے ذمے ہے اللہ کا یہ احسان ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بحمد اللہ اللہ کریم احسان فرمائے یہ اس کا احسان ہے کہ یہاں آج انسانوں کا جم غفیر نظر آ رہا ہے یہ سارے وہ لوگ ہیں جو اس روشنی اس نور کے متلاشی ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بانٹا تھا صحابہ نے تابعین کو انہوں نے تبع تابعین کو تب سے لے کر آج تک مشائخ عظام اس کو سینہ بسینہ نقل کرتے آرہے ہیں لیکن اس نور کی کچھ شرائط بھی ہیں۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد تھے حضرت وکیعؒ آپ فرماتے ہیں **شکوت الی وکیع سوء حفظی واوصلنی الی ترک المعاصی** میں نے اپنے استاد حضرت وکیع سے شکایت کی کہ مجھے سبق یاد نہیں رہتا میرا حافظہ کام نہیں ٹھیک کر رہا **واوصلنی الی ترک المعاصی** تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ خطائیں کرنا چھوڑ دو خطاؤں سے بچنا اختیار کرو۔ یہ کونسی مرض کی دوا ہے اس سے دماغ کام کرنے لگے گا تو انہوں نے وجہ بتائی۔

لان العلم نور من اللہ ونور اللہ لایوتی العاصی

علم دین جو ہے یہ اللہ کا نور ہے اور گناہ سے آلودہ دل میں اللہ کا نور نہیں رہتا چھوڑ دیتا ہے دو میں سے ایک بات رہے گی تو اگر ہم یہ سمجھیں کہ موج ہو گئی اور ہمیں کشف ہو گیا مجھے انوار نظر آنے لگ گئے تو اس موج میلے کا محاسبہ بھی ہو گا سرمیدان جواب بھی دینا پڑے گا کہ اگر تمہارا دل روشن تھا تو روشن دل نے سب سے پہلے تمہارے وجود میں کیا تبدیلی پیدا کی تمہارے کردار میں کیا تبدیلی پیدا کی تمہارے نظریات میں کیا تبدیلی پیدا کی دوسرا سوال یہ ہو گا کہ وہ تبدیلی کتنی قوت کی تھی کتنے لوگوں کو تم اس قوت سے کفر کے سیلاب میں بہنے سے بچا سکے اللہ کا یہ احسان ہے کہ ہم نے تین چار لوگوں سے یہ تربیت شروع کی۔ جب ہم تھے تو تین چار تھے اللہ کا احسان ہے بڑھتے بڑھتے اب پنتیس سال کا ثمر صرف آپ لوگ نہیں ہیں بلکہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر ملک میں بہت ہیں یا تھوڑے ہیں لیکن ذاکرین ضرور ہیں اب صورت حال یہ ہے کہ گزشتہ دو تین سالوں سے پورے روئے زمین پر اتنی اہم تبدیلیاں ہو رہی ہیں تاریخی اعتبار سے بھی جغرافیائی اعتبار سے بھی اور لوگوں کے نظریات کے اعتبار سے بھی کہ جس میں دین برحق کو اور اللہ کے نور کو پہنچانا اتنا ضروری ہوگیا کہ جتنا پہلے کبھی نہیں

تھا اس کے لیے یہ لائحہ عمل طے ہوا اور یہ میں اپنی بات نہیں کر رہا جو لوگ ساتھ تھے اور جو لوگ گواہ تھے انہیں پتہ ہے کہ یہ مجھ سے اوپر کی بات ہے یہ لائحہ عمل طے ہوا کہ ملک میں اتنے لوگوں کو منتخب کر لیا جائے اور انہیں صاحب مجاز بنا دیا جائے کہ ملک کے ہر گوشے میں یہ کام بحسن و خوبی ہو رہا ہو اور تم پوری دنیا پر محنت کرو۔

مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ وہ حضرات جنہیں اللہ نے اس انعام کے لیے منتخب کیا اور جنہیں اس عزت و عظمت سے نوازا جس کا اظہار میدان حشر میں ہو گا دنیا میں نہیں قبر میں پتہ چلے گا کہ صاحب مجاز ہونا کسی بھی سلسلے کا کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ آج وہ مجھے کہتے ہیں آپ ملک میں کام نہیں کرتے تو ہم سے نہیں ہوتا کیسی عجیب بات ہے کسی صحابی نے تربیت کے بعد یہ اعتراض نہیں کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرما گئے دنیا سے اب یہ کام نہیں ہوتا۔ ہم کیا ہیں ہم تو شے ہی کوئی نہیں۔ ہم کیا ہماری حیثیت کیا ہم تو ایک لنک اور ایک رابطہ ہیں ایک استاد ہیں جس نے کسی سے پڑھا اور آگے لوگوں کو پڑھا رہا ہے ہماری حیثیت کیا ہے؟ جو کام میں کر رہا ہوں اللہ ایک پتھر سے ایک درخت سے اور کسی بھی بندے سے جس سے چاہے لے سکتا ہے یہ اس کی مرضی مجھ سے اگر لے رہا ہے تو یہ اس کا احسان ہے میری کوئی حیثیت نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چشمہ عالم سے پردہ فرمایا تو کیا کسی صحابی نے یہ کہا کہ حضورؐ تو دنیا سے تشریف لے گئے اب اسلام کا کام ہونے سے رہا اگر یہی کہتے تو اسلام جزیرہ نمائے عرب سے بھی سمٹنا شروع ہو جاتا لیکن ان کا کام یہ تھا کہ ہم نے کس لئے سیکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ تو آج بھی اسلام اسی طرح پھیلے گا جب ہر سیکھنے والا جو سیکھ چکا ہے اسے سکھانے پہ تل جائے گا۔

ارے عجیب بات ہے جواری سرے میدان جوا کھیلتا ہے سینما دیکھنے والا کسی سے نہیں شرماتا لائن میں کھڑا ہو کر پولیس کے ڈنڈے کھا کر ٹکٹ لے کر سینما دیکھتا ہے کبوتر باز کوٹھے پہ کھڑا ہو کر کبوتر اڑاتا ہے پتنگ باز کوٹھے پہ چڑھ کر پتنگ اڑاتا ہے شرابی شراب خانے جا کر لائسنس بنا کر اپنی بوتل لے آتا ہے آپ ذکر کرتے ہیں تو کیا یہ اتنا جرم ہے کہ معذرت خواہانہ رویہ لے کر چھپتے پھرتے ہیں کہ جی میں ذکر کرتا ہوں کیا گناہ کرتے ہو جو ذکر کرتے ہو تو کیا جرم کرتے ہو ارے بدکار اپنی برائی سرے بازار اس زمانے میں کر رہا ہے تو ذاکرین کو چھپنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی اور جو اسلام معذرت خواہانہ اسلام ہے وہ کیا اسلام ہے۔

اسلام میں صرف اس لڑائی پر کہ نہ مانو کہ اللہ ایک نہیں ہے اللہ ایک یا اللہ دو ہیں یا چار ہیں یہ بات نہ مانو۔ تم توحید پہ قائم رہو جھوٹی زبان سے کہہ دو کہ میں اللہ کے ایک ہونے کی قائل نہیں۔ یہ وہ شرط اور مطالبہ تھا جو ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے رکھا جب انہیں ہاتھ اور پاؤں باندھ کر زمین پر لٹا کر اور ہاتھ پاؤں کھینچ کر کلوں سے باندھ کر تین دن مار مار کر تھک گیا تو اس مطالبے پر آ گیا کہ اسلام نہ چھوڑو زبان سے تو کہہ دو کہ میں توحید کی قائل نہیں رہی اس نے کہا میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے وہ ہے ہی ایک میں کیسے کہہ دوں نہیں ہے۔ جب وہ ہے ہی ایک تو میں کیسے کہہ دوں ایک نہیں ہے تو اس نے نیزہ بھی مارا ان کو اور ان کی دونوں ٹانگیں ایک ایک اونٹ سے بندھوا دی ایک دوسرے سے اور دونوں کو مختلف سمتوں میں کھڑا کر کے اس نے کہا بڑھیا کہہ دے جو میں کہلوانا چاہتا ہوں کہہ دے ورنہ ان اونٹوں کو بھاگنے کی دیر ہے تیرا جسم آدھا ادھر جائے گا آدھا ادھر تو اس نے کہا جسم کو تو ایک دن ویسے بھی پھٹنا ہے مرنا ہے لیکن جو بات ہے نہیں وہ میں کیسے کہہ دوں وہ ہے ایک میں کیسے کہہ دوں وہ ایک نہیں

ہے۔ حتی کہ جسم پھٹ گیا۔ نحیف و نزار خاتون کے دو ٹکڑے ہو گئے اور مکے کی سرزمین نے توحید پر جو پہلا خون چکھا وہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا' ایک خاتون کا تھا۔ پہلی شہید توحید باری پر وہ ہیں لیکن کس قدر سمو گئی تھی ذات باری اس کے دل میں کہ اسے وہ ایک ہی نظر آتا تھا میں کیسے کہہ دوں ایک نہیں ہے میرے تو رو برو ہے ایک ہی ہے اور کوئی ایسا ہے نہیں۔

ہم معاشرے میں ڈھلنے کی سوچتے رہتے ہیں ہم معاشرے کے ساتھ تعاون کی سوچتے رہتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لباس کیا ہو گا خوراک کیا ہو گی حلیہ کیا ہو گا اللہ کا احسان ہے کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسی پگڑی واسکٹ اور اسی جوتی سے ساری دنیا میں میں سفر کرتا ہوں اور سب سے زیادہ عزت کے ساتھ اور ابرو کے ساتھ رہتا ہوں ہمیں تو کسی نے نہیں ٹوکا کہ تم کون ہو کبھی کسی جگہ کسی نے سوال نہیں کیا کہ تم کون ہو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا باہر سے کوئی کچھ نہیں کہتا یہ چور اپنے اندر ہوتا ہے ہم میں اعتماد کی کمی ہوتی ہے ماحول میں کوئی طاقت نہیں ہوتی فضا میں کوئی جان نہیں ہوتی کمزوری ہمارے اندر ہوتی ہے آلودگی ہر فضا میں ہوتی ہے لیکن بیمار کچھ لوگ ہوتے ہیں کیوں؟ اگر فضا کی آلودگی سے بیمار ہونا ہوتا تو سارے لوگ کیوں نہیں ہوتے چند لوگ ہوتے ہیں اور وہ ہوتے ہیں جن کے اندر ویکنیس ہوتی ہے کمزوری ہوتی ہے وہ اس سے متاثر ہو جاتے ہیں دوسرے اس کی پرواہ نہیں کرتے وہ ٹھیک ٹھاک رہتے ہیں۔ ٹھنڈ پڑتی ہے چند آدمیوں کو نمونیہ ہو جاتا ہے دوسرے ٹھیک رہتے ہیں گرمی پڑتی ہے چند کو بیماری آ جاتی ہے دوسرے ٹھیک رہتے ہیں اس لیے کہ ان کے اندر اس کے دفاع کی قوت ہوتی ہے جو اندر سے خالی ہوتا ہے اسے بیماری پکڑ لیتی ہے یہی حال معاشرے کی رسومات کا ہے جب ہم اندر سے کمزور ہوتے ہیں ایمان کمزور ہوتا ہے اعتماد میں کمی ہوتی ہے تو معاشرہ ہم پر مسلط ہو جاتا ہے جب ہم میں اللہ پر اعتماد پیدا ہو جاتا ہے تو ہم معاشرے کو بدلتے ہیں معاشرہ ہمیں نہیں بدل سکتا۔

میری یہ تقریر نہیں ہے شاید یہ عام آدمی کے فائدے کی بات بھی نہ ہو لیکن جو جو اس مرکز سے اس ادارے سے اس طریقے سے اس سلسلہ عالیہ سے منسلک حضرات ہیں اور خصوصاً" جنہیں کوئی مناسب یا صاحب مجاز ہونے کا اعزاز دیا گیا ہے میرے مخاطب وہ دونوں لوگ ہیں طالبین بھی' مجازین بھی۔ اگر آپ کو اس سلسلہ عالیہ سے' میری خدمت سے کوئی امیدیں وابستہ ہیں تو بڑی کھری کھری بات ہے فائدہ اس کو ہو گا جو مرنا چاہتا ہے جو مفادات کا متلاشی ہے اللہ قادر ہے اسے دنیا کے فائدے دیتا رہے لیکن آخرت کا حساب بڑا سخت ہے یہ ہوتا ہے دنیوی فوائد مل جاتے ہیں لیکن وہ فائدے جو آخرت کو چھوڑ کر ملتے ہیں بہت بڑا نقصان ہوتے ہیں دنیا چند روزہ ہے فقیر کی بھی بسر ہو جاتی ہے امیر کی بھی بسر ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ میں بڑے درد کے ساتھ عرض کروں گا۔ صاحب مجاز حضرات دینی خدمت کو مقدم رکھیں اپنے دنیاوی امور پر آپ کا یہ رویہ کہ دنیوی امور سے فارغ ہوں تو دینی کام بھی کریں۔ گھر سے چھٹی ملے تو یہاں رات بھی رہیں گے مجھے فلاں جگہ جانا ہے یہاں ٹھہرنے کی فرصت نہیں ہے۔ فلاں آدمی سے ملنا ہے یہاں نہیں رک سکتا یہ صحیح رویہ نہیں ہے ان لوگوں سے کہا جا سکتا ہے کہ کل مل لوں گا وہ کل دوبارہ نہیں آئے گا یہ جو اجتماع اس سال ہوا ہے آپ جانتے ہیں اس میں کتنے وہ لوگ نہیں جو پچھلے سال یہاں تھے کس کے پاس ضمانت ہے کہ وہ اگلے اجتماع کی امید پر اسے مس کرے جو جمعہ آپ آج ادا کر رہے ہیں کیا ضمانت ہے کہ اگلے جمع تک آپ ہوں گے یا آپ کو یہاں ادا کرنا نصیب ہو گا یا اتنے ذاکرین آپ کے ساتھ ہوں گے یا یہ فضا یہ ماحول ہو گا یہاں اس چیز کی

قیمت کو پہچانوں اللہ نے تو تم پر خزانے لٹا دیئے تم میں سے کوئی کسی کو بٹھا کر کہتا ہے اللہ اللہ کرو تو اس کا دل منور ہو جاتا ہے۔ یار تم سارے ہی اتنے بھلے بن گئے ہو اور اس کا صلہ یہ ہے کہ فارغ ہوں گے تو اللہ کا کام بھی کر لیں گے تو غیرت الٰہی کو کیوں بھول جاتے ہو اللہ کریم بھی ہے اور اللہ غیور بھی ہے۔ اللہ غفور الرحیم بھی ہے اور وہ قہار بھی ہے جبار بھی ہے **ان بطش ربک لشدید** اس کی گرفت بھی بڑی سخت ہے اس لیے میں پوری قوت سے یہ چاہوں گا کہ سلسلے کا ہر ساتھی اپنے آپ کو بدلے اسلام کو بدلنے سے باز آ جاؤ۔

قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ اپنے آپ کو ہی نہیں اپنے خاندان کو دوزخ سے بچانے کی کوشش کرو اپنے بچوں کو اپنی بیویوں کو ماں بہنوں کو دین سکھاؤ جو دین نہیں سیکھنا چاہتا جو دین سے دور بھاگنا چاہتا ہے کل کو تمہیں نہ کوئی کہے کہ تم نے نہیں سکھایا تھا وہ خود ذمہ دار ہو گا جو سیکھنا نہیں چاہتا۔

معاشرے اور ماحول کے ساتھ بدلنا چھوڑ دو معاشرے اور ماحول کو تبدیل کرو۔ ہمیں معاشرے کو بدلنا ہے خود کو تبدیل نہیں کرنا۔ ہمارا تصادم کسی سیاست دان سے نہیں ہے۔ کسی مذہبی گروہ سے نہیں ہے۔ کوئی سیاسی مفادات نہیں ہیں۔ کسی اقتدار کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم اپنے آپ کو اس طرح زندہ رکھیں گے جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور اس کے خلاف رہنے پر مجبور کیا گیا تو یا وہ مجبوری بدل جائے گی یا وہ مجبوری نہیں رہے گی اور یا پھر ہم نہیں رہیں گے۔ ہم اس میں نہیں ڈھلیں گے بڑا سیدھا سیدھا کام ہے۔ کسی ملکی قانون سے تصادم کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ملکی قانون میں یہ گنجائش موجود ہے کہ آپ اپنے معاملات آپس میں طے کر لیں عدالتوں میں جانے کی بجائے اگر کوئی بات آئے تو اسے علماء کے پاس لے جائیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تلاش کریں۔

وان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی رسولہ۔ کوئی بات بگڑتی ہے کہیں اختلاف پیدا ہوتا ہے اسے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں لاؤ اپنے آپ پر اسلام نافذ کرو اپنے ماحول پر اسلام نافذ کرو کہیں چند گھر، چند لوگ، چند خاندان، چند افراد ایسے پیدا کرو جو اپنا فیصلہ اسلام سے کروا لیتے ہیں کسی سول کورٹ میں نہیں جاتے کسی فوجداری عدالت میں نہیں جاتے کسی وکیل کے پاس نہیں جاتے اس شخص کے پاس جاتے ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بتا سکے کوئی بھی عالم قریب ہے اس سے دینی حکم پوچھ لو اور اس کو مانو خواہ اس میں دنیوی نفع ہو یا نقصان اگر تو اس چیز کی تم میں طلب پیدا ہو رہی ہے وہ تبدیلی آپ میں آ رہی ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ ہماری یہ رات دن کی محنت، ہمارا یہ آپ کے ساتھ سر کھپانا ہمارا یہ آپ کے ساتھ رہنا یہ کام ہو رہا ہے اور اگر نہیں آ رہی تو پھر نہ کچھ آپ کما رہے ہیں نہ ہمارے پلے ہو گا۔ پھر یہ سارا اگر میں بھی اس بات پر بیٹھا ہوں کہ آپ مجھے چندے دیں اور میں کھا لوں اور آپ بھی اس بات پہ بیٹھے ہیں کہ میں آپ کو کہہ دوں آپ سارے جنتی ہیں تو یہ آپ کا میرے ساتھ دھوکا ہو گا اور میرا آپ کے ساتھ دھوکا ہو گا فیصلہ میں نے نہیں کرنا ہاں میں یہ ضمانت دے سکتا ہوں اس لیے کہ اللہ نے اس کی ضمانت دی ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضمانت دی ہے اس لیے کہ تمام مشائخ عظام نے اس کی ضمانت دی ہے کہ جو اللہ کے لیے مٹ جائے گا اللہ اس پر ساری کائنات نچھاور کر دے گا۔

کچھ لوگ ہوں گے میدان حشر میں علامہ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ قیامت قائم ہو گی لوگ اٹھیں گے کچھ لوگ ہوں گے پھٹے ہوئے جسم خون آلود کپڑے اور تلواریں زرہ ڈھال اٹھائی ہوئی اور اٹھیں گے

اور اٹھ کر ادھر ادھر گرد جھاڑ کر دیکھیں گے تو دیکھیں گے کہ **وازلفت الجنتہ غیر بعید** ۔ جنت بھی قریب کھڑی ہو گی تو وہ جا کر دروازے پر دستک دیں گے دروازہ کھولو تو جنت کا ذمہ دار جو رضوان فرشتہ ہے وہ عرض کرے گا کہ حضور ابھی تو آپ قبروں سے اٹھے ہیں آپ کو میزان پہ جانا ہے آپ کو حساب دینا ہے تو وہاں سے آپ کو لانا ہے پروانہ تو پھر یہاں تشریف لایئے گا ہمیں پتہ ہو گا کہ کونسا دروازہ آپ کے لیے کون سا درجہ کون سا مکان کون سا گھر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنا وہ اسلحہ و سلحہ پھینک دیں گے اور اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا دیں گے کہیں گے اللہ تو نے ہم پر بڑے احسان کیے سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ ہم میں اپنا نبی علیہ السلام مبعوث کیا ہمیں دین عطا فرمایا اس کے ساتھ ہمیں جان دی ہمیں مال دیا ہمیں اولاد دی لیکن تو گواہ ہے۔ گھر ہم نے تیری راہ میں چھوڑ دیئے اولاد تیرے راستے میں ذبح کرا دی مال تیری راہ میں لٹوا دیئے وجود تھا اس کا کٹا پھٹا ہوا پرزہ پرزہ دیکھ لے ہم نے تیری راہ میں پرزے پرزے کر دیا۔۔

تصوف کا مکر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ بندہ بندوق لے کر ایک بس لوٹ لے۔ آسان ہے ایک رات میں کئی لاکھ لے لے گا۔ اور اتنی عمر برقعہ پہن کر کونے میں بیٹھ کر ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر اقتدار چاہیے تو مسجد کا گوشہ بہتر نہیں ہے۔ کسی صاحب اقتدار کے بوٹ صاف کرنے چاہیں اس کے بچے کھلانے چاہئیں اس کے کپڑے دھونے چاہئیں وہ آسان راستہ ہے وہ جلدی لے جائے گا اور اگر اللہ کا نام ہی لینا ہے تو یہ اتنا سستا نہیں ہے کہ اللہ کے نام پر دنیا خریدی جائے اس پر تو دو جہان بھی مل جائیں تو وہ سستے ہیں یہ پھر مہنگا ہے اور کسی معجزے کی امید نہ رکھے کہ از خود تبدیلی آ جائے گی تو پھر موج کریں گے خود کو بدلنا ہو گا پہلے پھر اپنے ماحول کو بدلنا ہو گا اور آپ کا بدلتا ہوا ماحول انشاء اللہ ساری فضا کو بدلے گا انشاء اللہ العزیز یہ ملک نہ صرف قائم رہے گا اس ملک کی سرحدیں بڑھیں گی یہ ملک نہ صرف قائم رہے گا یہاں اسلامی حکومت قائم ہو گی انشاء اللہ العزیز اور دنیا دیکھے گی کہ حقیقی اسلام کیا ہے اور اس کی برکات کیا ہیں یہ الگ بات ہے کہ کون خوش نصیب اپنا خون اس میں لگا لیتا ہے اور کون محض دنیا کے حصول کے لیے محروم رہ جاتا ہے۔ تو میرے بھائی بڑی واضح اور بڑی سیدھی بات ہے کہ دل کے تزکیے کا حاصل وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا تزکیہ فرمایا انہیں حاصل ہوا صحابہ کی یہ مبارک زندگیاں سب سے بڑی مشعل راہ ہیں سب سے بڑی روشنی ہیں اور سب سے بڑا راستہ وہ ہے جس پر صحابہ گذرے اور اللہ نے اپنی رضا کو اس کے ساتھ لگا دیا تو اسلام مسلسل جہاد ہے اپنی ذات اپنی خواہشات کے ساتھ اپنے گھر اپنے اہل خانہ اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے ماحول اپنے محلے اپنے شہر کے ساتھ اور سارے جہان کے ساتھ۔ جہاد کا نام اسلام ہے کسی کو زیر کرنے کے لیے نہیں کسی کو لوٹنے کے لیے نہیں کس کا گھر اجاڑنے کے لیے نہیں اللہ کے بندوں کو اللہ کی عظمت سے آشنا کرنے کے لیے۔ لیکن کچھ لوگ اگر دیو بندی' بریلوی' اہل حدیث ہیں تو عقائد میں کوئی فرق نہیں ہے یہ چندے جمع کرنے کے لیے اتنا فرق بنایا ہوا ہے کچھ لوگوں نے اور جماعتیں بنائی ہوئی ہیں۔ علمائے دیو بند وہی کتابیں پڑھاتے ہیں جو علمائے بریلوی اپنے مدرسوں میں پڑھاتے ہیں فقہ سے لے کر تفسیر اور حدیث کی شروح تک بلکہ ایک نصاب ہی نہیں صرف ایک ہی مصنف کی کتابیں رائج ہیں دونوں طرف۔ دونوں طرف درس نظامی ہے تو پھر اختلاف کس بات کا ہے؟ اگر ایک شخص یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتا ہے اور دوسرا آرام سے بیٹھ کر درود پڑھ لیتا ہے تو اس پر لڑنے کی کیا بات ہے بھائی اگر کوئی یارسول اللہ کہتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے کچھ فرشتے ہی ایسے بنائے ہیں جہاں

کوئی مجھ پر درود پڑھے وہ لے کر مجھ تک پہنچا دیں تو اللہ کے فرشتے پہنچا دیں گے ہمیں کیا اعتراض ہے بھائی اور اگر کوئی گوشے میں بیٹھ کر سکون سے درود پڑھ رہا ہے تو لڑنے کی کیا ضرورت ہے وہ بھی اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود بھیج رہا ہے جس پہ آپ بھیج رہے ہیں اس میں لڑائی کی کیا بات ہے ایک کے نزدیک وہ مستحسن ہے دوسرے کے نزدیک دوسری طرح مستحسن ہے جھگڑا تو ترجیح پر ہوا نا اصل پر درود پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر نبی علیہ السلام کی عقیدت پر تو جھگڑا نہیں ہے تقلید میں کونسا جھگڑا ہے اگر اہل حدیث یا غیر مقلد کہتا ہے میں ائمہ کی تقلید نہیں کرتا تو نہ کرے۔ عقائد میں تو سرے سے تقلید ہے ہی نہیں۔ ہم بھی نہیں کرتے ہر فرد کا عقیدہ ذاتی ہوتا ہے رہ گئے فقہی احکام تو ان میں ہم حضرت امام ابو حنیفہ کی تصنیفات سے جواب تلاش کر لیتے ہیں جو تقلید نہیں کرتا وہ قریبی کسی عالم سے پوچھ لیتا ہے اس کا کام بھی ہو جاتا ہے ہمارا بھی ہو جاتا ہے لڑنے کی کیا بات ہے بھائی آمین کہنے کے دونوں قائل ہیں۔ ایک بلند آواز سے کہہ لیتا ہے دوسرا آہستہ کہہ لیتا ہے۔ یا تو جھگڑا یہ ہوتا کہ آمین کہنا نہیں چاہیے پھر تو جھگڑا ہوتا۔ کہنے کے دونوں قائل ہیں اس میں جھگڑا کس بات کا۔ کوئی رفع یدین کرتا ہے تو کرتے ہم بھی ہیں ہم پہلی ایک تکبیر پہ کرتے ہیں وہ چار پانچ تکبیروں پہ کر لیتا ہے نہ کرنے والے تو ہم بھی ہیں تو پھر جھگڑا کس بات کا۔ لڑائی کس بات کی۔ یہ تو محض تقسیم بنی ہوئی ہے اتنا اختلاف صحابہ کرام میں بھی تھا اس لیے کہ انسانی شعور میں اتنا اختلاف ہوتا ہے چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ہر آدمی برابر سطح پر نہیں سمجھ رہا ہر ایک کا جو اپنا آئی کیو IQ ہے جو اپنی اس کی ذہنی استعداد ہے اس کے مطابق وہ اس میں سے باتیں اخذ کرے گا۔ تو اس اختلاف کی گنجائش موجود ہوتی ہے جو خلوص کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے کیا جائے۔

ایک بڑا مشہور واقعہ ہے جب غزوہ احزاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پلٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مبارک اتارا اور سر مبارک پرپانی ڈالنے کے لیے ایک چلو ڈالا دوسرا تیسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈالنے والے تھے کہ جبرائیل امین نازل ہوئے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ آپؐ زرہ نہیں کھولیں اسلحہ نہیں کھولیں اور یہود بنی قریظہ کی خبر لیجئے اور سب خادمان کو وہاں پہنچنے کا حکم دیں عصر کا وقت قریب ہو رہا تھا آپؐ نے حکم دیا کہ باہر منادی کر دی جائے کہ عصر وہاں پہنچ کر پڑھو کوئی شخص اسلحہ نہیں کھولے سیدھے وہاں چلو سارے لوگ چل پڑے عصر کا وقت قریب تھا اور چار پانچ میل تقریباً بنتا ہے فاصلہ راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو کچھ صحابہ نے یہ بات پیش کی کہ نماز وقت پر اول وقت پر ادا کر لینی چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ نہیں تھا کہ نماز ضرور وہاں پڑھو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا عالی یہ تھا کہ وہاں جلدی پہنچو تو وہاں پہنچ کر بھی نماز ادا کرنی ہے تو پھر اتنی تاخیر کیوں وقت پر کیوں نہ کی جائے۔ دوسرے جو تھے انہوں نے کہا نہیں بھائی ہم نے تو جو حکم سنا ہے کہ وہاں پہنچو وہیں پہنچ کر عصر پڑھیں گے آدھے لوگوں نے نماز راستے میں ادا کر لی باقی صحابہ نے وہاں پہنچ کر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو قبول فرما لیا غرض دونوں کی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی دونوں نے اللہ کی عبادت ہی کی۔ کوئی غلط کام نہیں کیا خلوص کے ساتھ دونوں وہاں پہنچنا بھی چاہتے تھے تو اتنی سی بات سمجھنے میں اپنی اپنی عقلی استعداد کے مطابق گنجائش موجود ہے۔

ہاں عقائد کا اختلاف ہے اہل تشیع کو۔ توحید باری میں بھی کتاب اللہ میں بھی رسالت میں بھی آخرت میں

بھی تمام بنیادی عقائد میں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ بندوق لے کر ان کے پیچھے پڑ جائیں انہوں نے اپنا جواب اللہ کو دینا ہے آپ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ انہیں سمجھانے یا بتانے کی اس حد تک کوشش کریں جہاں فساد نہ ہو فساد پیدا کرنے کی ضروت نہیں ہے۔ پھر آپ دوسرا یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس سے الگ کر لیں اگر وہ نہیں مانتے خود کو الگ کر لیں ان پر گولی چلانے کی اور گلیوں میں پتھر پھینکنا کوئی دین کی خدمت نہیں اسی طرح کوئی عیسائی ہے ہندو ہے سکھ ہے اس ملک میں وہ اپنے مذہب کی عبادت پوجا کرتا ہے آپ کو اس میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے اور ملک میں جو شخص بھی رہتا ہے وہ اگر کافر بھی ہے تو ملک میں رہنے کا بحیثیت شہری کے اسے حق حاصل ہے اور آپ کسی کافر سے بھی اس کے انسانی حقوق نہیں چھین سکتے اسلام کافر کو بھی انسان سمجھتا ہے اس کے انسانی حقوق اس کا انسانی احترام اس کا مال اس کی جان اس کی عزت و آبرو مسلمان پر حرام قرار دیتا ہے کیا یہ جائز ہے کہ کسی کافر کی بیٹی سے برائی کر لی جائے اس کا کوئی جواز ہے کسی کافر کا مال کھا لیا جائے اس کا کوئی جواز ہے کسی کافر کی جائیداد لوٹ لی جائے کوئی اس کا جواز ہے؟ تو پھر کافر کو پتھر مارنے کا جواز کیا ہے اگر آپ ایک کو کافر سمجھتے ہیں تو اس میں فساد کی کیا ضرورت ہے یہ بھی یاد رکھ لو فساد سے فساد پھیلتا ہے فساد سے اصلاح نہیں ہوتی یہ جتنی تحریکیں فساد بڑھانے کے لیے چلتی ہیں یہ مزید فساد تو پیدا کرتی ہیں اصلاح نہیں کرتیں سب سے پہلے اپنی ذات کی اصلاح کیجئے اپنے اہل و عیال کی اصلاح کیجئے اپنے ماحول کی اصلاح کیجئے اور پورے فضائے دہر کو بدل کر رکھ دیجئے میرا اور آپ کا اللہ گواہ ہے کہ میں نے کبھی اینچ پینچ نہیں کیا میں آپ کو سیدھی سیدھی بات بتاتا ہوں اور کل میدان حشر میں آپ بھی ہوں گے میں بھی ہوں گا یہ آپ سے بھی پوچھا جائے گا کہ آپ کا عقیدہ اور نظریہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا کیا لینا چاہتے تھے۔ مجھ سے بھی پوچھا جائے گا کہ اتنے لوگوں کو جمع کر کے ان کے دم پر موج کرنا چاہتے تھے یا انہیں دین سمجھانا چاہتے تھے آپ بھی اپنے اس سوال کا جواب تیار رکھیں اور میرے لئے بھی دعا کیا کیجئے اللہ مجھے بھی سرخرو کرے۔

صاحب مجاز حضرات سے میری بڑی پر درد درخواست ہے کہ آپ اپنا کام مجھ سے کروائیں گے تو بین الاقوامی سطح پر جو کام ہو رہا ہے وہ رک جائے گا اور اس کا جواب اللہ کو آپ دیں گے یا آپ مجھے اس کام کے لیے فارغ کریں گے جس کی ذمہ داری مجھ پر آئے گی۔ آپ اپنے کام کا انعام پائیں گے تو از راہ کرم اللہ نے جو آپ کو عزت دی ہے اس کی حفاظت ہی نہ کیجئے اس کا حق ادا کیجئے کسی کو جرنیل اس لیے نہیں بنایا جاتا کہ وہ خود میدان سے بھاگ جائے لوگوں کو کہے تم لڑا کرو۔ اس طرح سے کام نہیں ہوتے۔ کام کرنے سے ہوتے ہیں آپ کی تجارت رہ جائے گی آپ کا مال و اسباب رہ جائے گا آپ کا گھر رہ جائے گا اور آپ کو اپنے نظریات و کردار کے ساتھ جانا ہو گا مجھے بھی آپ کو بھی ہم سب کو اللہ کی بارگاہ میں۔ اللہ کے نبی علیہ السلام کے حضور۔ اللہ کی رحمت تو بے پایاں ہے ذرا اپنا دامن بھی پھٹنے سے بچانا چاہیے بے شمار انعامات کی بارش بھی ہو رہی ہو اور اپنا دامن ہی تار تار ہو تو آدمی محروم رہ جاتا ہے تو اللہ کریم ہمیں نہ صرف دین سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور میں بارگاہ الوہیت سے یہ چاہتا ہوں خلوص دل کے ساتھ کہ اس ایک ایک فرد کو میں انقلاب اسلامی کی بنیادی اینٹ بنا دوں اللہ ان سب کو قبول کرے اور میدان حشر کی رسوائی سے پناہ عطا فرمائے دنیا میں مسلمان کو زندہ رکھے اسلام پر موت نصیب فرمائے اور مسلمانوں کے ساتھ میدان حشر میں حشر کرے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

یادِ رسول ﷺ

از جناب مفتی محمد مصطفےٰ مفتاحی، حیدر آباد دکن (بھارت)

عابد و معبود کا ہے رابطہ یادِ رسولؐ ۔۔۔ درمیانِ کفر و ایماں فاصلہ یادِ رسولؐ
دلرُبا یادوں کا زرّیں سلسلہ یادِ رسولؐ ۔۔۔ ہے ازل سے تا اَبد جلوہ افزا یادِ رسولؐ
کارساز و کارفرما، کارگر، کارِ خرد ۔۔۔ کارزارِ زیست میں مشکل کُشا یادِ رسولؐ
نقطۂ آغازِ گیتی، نغمۂ تارِ حیات ۔۔۔ محورِ ارض و سما، آبِ بقا یادِ رسولؐ
وسعتِ کونین میں ہے باعثِ تسکینِ جاں ۔۔۔ چشمۂ زہد و ورع، مہر و وفا یادِ رسولؐ
حُسنِ علم و آگہی، حُسنِ نظر، حُسنِ سلوک ۔۔۔ زورِ بازو، زورِ عزم و حوصلہ یادِ رسولؐ
زینتِ شام و سحر، رنگِ چمن، تابِ نجوم ۔۔۔ کارفرمائے جہانِ ماجرا یادِ رسولؐ
بادۂ وحدت کا کیفِ جاوداں، لطف و سرور ۔۔۔ درحقیقت قبلے کا قبلہ نما یادِ رسولؐ
فکر کی بالیدگی، ذوقِ سخن، طورِ خیال ۔۔۔ رونقِ بزم و بہارِ میکدہ یادِ رسولؐ
بے بدل دستورِ تعمیرِ نظامِ زندگی ۔۔۔ شہپرِ جبریل و جانِ ارتقا یادِ رسولؐ
اتّحادِ ملّتِ بیضا، رموزِ خسروی ۔۔۔ ضامنِ اَمن و اماں، بانگِ درا یادِ رسولؐ
ناخنِ تدبیر و دَرمانِ غم و رنج و محن ۔۔۔ نسخۂ اکسیرِ دردِ لادوا یادِ رسولؐ
آبروئے علم و عرفان و ہنر، نقد و نظر ۔۔۔ ہے نقوشِ مصحفِ قدر و قضا یادِ رسولؐ

مصطفےٰ! حاصل دوامِ عیش و گنجِ دو جہاں
گر نفس کی آمد و شد ہو سدا یادِ رسولؐ

انسانی زندگی میں تبدیلی کی ضرورت

مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ اس کا ہر جملہ انسانی زندگی کا پورا لائحہ عمل پیش فرما دیتا ہے اگر اس کی صرف ایک ہی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہوتی اس کے علاوہ کچھ بھی نازل نہ ہوتا تو پوری انسانی زندگی کا لائحہ عمل اس میں موجود ہے۔ اتنی بڑی کتاب جس میں کم و بیش ساڑھے چھ ہزار آیات ہوں یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے کتنی تفصیل کے ساتھ اپنے بندوں کو اس قابل سمجھا ہے کہ اس نے اپنا کلام جاری رکھا ہے یہ اس کا انعام ہے اس کا احسان ہے قرآن حکیم صرف امراض کی نشان دہی نہیں کرتا معاشرے کے امراض کی نشان دہی کرتا ہے' ان کا علاج بتاتا ہے اور علاج کرنے اور علاج اختیار نہ کرنے والوں کا انجام بتاتا ہے' ان آیات مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت تم لوگوں میں کوئی نیا کام نہیں ہے اگر تاریخ انسانی کو کھنگھال لو گزشتہ اقوام کے حالات پڑھو تو تمہیں یہ نظر آئے گا کہ اللہ کریم نے ہر دور میں ہر زمانے میں ہر ملک میں جہاں جہاں ضرورت پیدا ہوئی وہاں اس نے نبی علیہ السلام مبعوث فرمائے اور یہ بھی کوئی عجیب بات نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام میں زمانے کا فاصلہ رہا انبیا علیہم الصلوۃ و السلام میں ممالک اور زمنی فاصلے رہے لیکن یہ دیکھ کر تمہیں کبھی حیرت نہیں کرنی چاہیے کہ سارے نبی علیہ السلام چونکہ قاصد اور پیغام لانے والے تھے ایک ہستی کا اور وہ ہستی اصدق الصادقین سب سے کھری سب سے سچی ذات ہے لہذا کسی نبی علیہ السلام کے پیغام میں کوئی اختلاف نہیں ہر نبی علیہ السلام نے بنیادی طور پر ایک ہی بات کی اور وہ تھی **اعبدوا اللہ** کہ معبود برحق صرف اللہ جل شانہ' ہے اور تم صرف اللہ کی عبادت کرو' عبادت کے اوقات' عبادت کے طریقے' حلال و حرام کے مسائل اور وہ قوموں کی ذہنی استعداد اور قوموں کی جسمانی استعداد اور ماحول کے مطابق لوگوں کو آسانی دینے کے لیے اللہ کریم نے احسان فرمایا۔ تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن بنیادی بات سارے کاموں کی یہ تھی کہ اللہ جل شانہ کی اطاعت کی جائے اور یہ بات کسی کو عجیب نہیں لگنی چاہیے۔ اس پہ حیران نہیں ہونا چاہیے' کہ کبھی سارے لوگوں نے مان کر نہیں دیا اسی لیے کہ اللہ نے زبردستی منوایا نہیں کسی سے' ماننا یا نہ ماننا یہ اللہ نے اپنے ہر بندے پہ چھوڑ دیا کہ وہ قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اگر زبردستی منواتا۔ کچھ لوگوں سے منوا لیتا کچھ کو چھوڑ دیتا تو پھر لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کی تکلیف کی ضرورت ہی نہیں تھی وہیں پیدا فرماتا کچھ کو جنت میں بھیج دیتا کچھ کو جہنم میں بھیج دیتا تو بھی اس کی ذات پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اس لیے

کہ وہ بنانے والا خود ہے اور اس کی اپنی ملکیت ہے کسی کی اس کے ساتھ شراکت نہیں۔کوئی بنوانے میں شریک نہیں۔کوئی اعتراض تو وہ کر سکتا ہے جس کی اس کے ساتھ کوئی حصہ داری ہو اپنی چیز کو کوئی جہاں بنائے جیسے چاہے جہاں رکھے اس کی مرضی۔آپ کی اپنی ایک لکڑی ہے آپ اس سے فرنیچر بنوا لیں آپ کی مرضی ہے۔آپ اسے چھیل چھال کر چولہے کا ایندھن بنا لیں جب آپ کی اپنی ہے تو کوئی کون ہوتا ہے ٹوکنے والا۔کائنات اس کی اپنی' خالق وہ اکیلا' بندے اس کے اپنے' جنت بھی اس کی' اپنی دوزخ بھی اس کی اپنی' اسے جہاں چاہتا رکھتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا یہ اس کا کرم ہے اس نے جنت بھی بنائی' اس نے دوزخ بھی بنائی' اس نے بندے بھی بنائے' بندوں کو اس نے مہلت دی' زندگی دی' فرصت دی' بے شمار نعمتیں دیں اور ان نعمتوں پہ اتنی سی ایک پابندی لگائی کہ جی بھر کے استعمال کرو **لکم مافی الارض جمیعاً** جو کچھ روئے زمین پر ہے صرف تمہارے لئے ہے تم جی بھر کے استعمال کرو لیکن استعمال اس طرح کرو جس طرح میں کہوں تاکہ پتہ چلتا رہے کہ کائنات کا مالک کون ہے۔تمہارا مالک کون ہے۔حکومت کس کی ہے۔ملک کس کا ہے۔حکمران کون ہے۔مملوک اور بندے کون ہیں۔یہ پتہ چلتا رہے اگر میری کائنات مین تم اپنی خدائی کے دعوی دار بنو گے یا اپنی پسند نافذ کرنا چاہو گے یا اپنی مرضی سے وہ چیزیں استعمال کرو گے تو اس پر میں تم سے محاسبہ کروں گا کیونکہ تمہیں اس کا حق حاصل نہیں۔اب یہ بات ایک ہی بار کہہ کر چھوڑ نہیں دی جہاں بھی اور جب بھی ضرورت پیدا ہوئی وہاں نبی اور رسول علیہ السلام بھیجے' کتابیں بھیجیں بندوں کو اپنی طرف بلایا' پکڑا نہیں۔فرمایا۔

لوگوں کی ہمیشہ دو جماعتیں بنیں **فمنھم من ھدی اللہ** جن قوموں کی طرف رسول مبعوث ہوئے ان میں سے کچھ ایسے تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دے دی **فمنھم من ھدی اللہ ومنھم من حقت علیہ الضللۃ** کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی ہی محقق ہو گئی یعنی ان کا حق ہی یہ بنتا تھا کہ وہ گمراہ رہنے۔ان کا کردار' ان کی سوچ' ان کے افکار' ان کے اندر کا فیصلہ جو تھا اس کے مطابق انہیں گمراہی کا پھل ہی ملنا چاہیے تھا یہ نہ سوچیں کہ جو آدمی گمراہ ہوتا ہے وہ بلاوجہ ہوتا ہے۔آدمی کے اندر ایک عدالت ہے۔ہر بندے کے اندر ایک عدالت ہے۔وہ جو جج اندر بیٹھا ہے بندے کے اگر وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں بندہ ہوں اور مالک اللہ ہے۔وہ میرا پروردگار ہے۔اس کے مجھ پر بے شمار احسانات ہیں۔یہ ساری نعمتیں اس کی ہیں اور مجھے یہ نعمتیں اسی کے حکم کے مطابق استعمال کرنا چاہئیں فرمایا بندہ جب یہ فیصلہ کرتا ہے تو میں اسے ایسا کرنے کی توفیق عطا کر دیتا ہوں پھر وہ ایسا کر سکتا ہے۔یہ مطلب ہے اس لفظ کا فمنھم من ھدی اللہ۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دی ان کے اس فیصلے کی بنیاد پر **ومنھم من حقت علیہ الضللۃ** انہیں میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جن پر گمراہی جو ہے محقق ہو گئی اور انہیں ہدایت نہیں ہو سکی وہ ان کا اپنا فیصلہ تھا انہوں نے اپنے دل' میں' اپنی

رائے کو، اپنی ذات کو، یہ اُس اللہ کے علاوہ کسی دوسری ذات کو اہمیت دی اور اس کی رضا چاہی اور اسے اس کی اطاعت کرنا چاہی تو اس کے نتیجے میں ان پر گمراہی صادر ہو گئی۔

لیکن فرمایا: ایک تاریخ زمین کے سینہ میں ہے تو ایک تاریخ آپ کو کتابوں میں ملتی ہے۔ ایک تاریخ آپ کو مورخ بتاتا ہے لیکن ایک بہترین تاریخ زمین کے سینے میں ہے تو لوگوں سے کہیے۔ **سیروا فی الارض**۔ ذرہ زمین پر چل پھر کر دیکھو **فانظروا کیف کان عاقبتہ المکذبین**○ پھر تم ان اقوام کو، ان آبادیوں کو، ان حکمرانوں کو، ان طاقتور قوموں کو جنہوں نے انکار کا راستہ اختیار کیا ہے ان کو تلاش کرو۔ ان کے مسکن تلاش کرو۔ ان کے وہ بلند و بالا قلعے اور محل تلاش کرو۔ ان کے شہر اور ان کے رہنے کی جگہیں تلاش کرو اور اس ماحول سے، ان افراد سے، ان کے گرد بسنے والوں سے، ان کا حال پوچھو تو تم سمجھ جاؤ گے کہ گمراہی صرف عاقبت ہی برباد نہیں کرتی دنیا بھی تباہ کر دیتی ہے تو فرمایا مخاطب۔

ان تحرص علیٰ ھدٰھم۔ اگر تو بھی چاہے کہ سب کو ہدایت ہو جائے **فان اللہ لا یھدی من یضل**۔ جو اللہ کی پسند کے خلاف فیصلہ کرتا ہے اور اس کے فیصلے پر اللہ اس کے حصے میں گمراہی رکھ دیتا ہے وہ کسی دوسرے کے چاہنے سے نہیں بدلتی جب تک خود وہ نہ بدلنا چاہے۔ کوئی بھی دوسرا اس کے لیے کتنی بھی محنت کر لے اسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی اور یہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

وما لھم من نصرین۔ جو اللہ سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اللہ کے بغیر کوئی بھی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔ **مالھم من نصرین**۔ ان کے لیے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو دعا سے یا دوا سے یا تبلیغ سے یا تقریر سے یا تحریر سے ان کی کوئی مدد کر سکے۔

واقسموا باللہ جھد ایمانھم۔ پھر وہ اس نوبت کو پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنا پورا زور لگا کر یہ دعویٰ کرتے ہیں لا یبعث اللہ من یموت۔ جو مر گئے قصہ ختم ہو گیا انہیں کون اٹھائے گا زندگی یہی تھی زندگی گذر گئی آدمی مر گیا بات ختم ہو گئی لیکن انہیں یہ بتاتے رہو۔

بَلٰی۔ ایسا ہو گا اٹھنا پڑے گا وعدًا علیہ حقًا۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے اور اس کے وعدے بڑے کھرے ہیں جب اللہ نے یہ وعدہ کر دیا ہے کہ میں سب کو زندہ کر دوں گا تو تم مانو یا نہ مانو زندہ ہونا پڑے گا بتانے کے باوجود، بیان کرنے کے باوجود، سناتے رہنے کے باوجود، یہ امید نہیں رکھو کہ سارے لوگ مان جائیں گے۔

ولکنّ اکثر النّاس لایعلمون۔ بیشتر لوگ ایسے رہیں گے جنہیں بتانے کا کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ اس بات کو نہیں مانیں گے۔ اٹھائے گا اس لیے۔ محاسبہ اس لیے ضروری ہے۔ حشر اس لیے ضروری ہے کہ آپ دنیا کے نظام کو دیکھیں خود دنیا کا نظام اس بات پہ گواہ ہے کہ اسے نہ صرف کوئی بنانے والا ہے بلکہ اسے بہت ہی بڑا طاقتور، بہت ہی بڑا علم والا، بہت ہی بڑا کارساز ہے جو اسے چلانے والا بھی ہے۔ انسان

کے خون کے ایک قطرے میں کروڑوں سیل آ جاتے ہیں اور ایک سیل میں کروڑوں جرمز کی تبدیلی جو ہے یہ انسان کے وجود کی بقا کا سبب بنتی ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک آنکھ جھپکی لیکن اس ایک آنکھ کی پتلی کو بند کرنے کے لیے دماغ سے لے کر عصبی نظام کے سارے پٹھوں تک کے سسٹم میں پورا ایک حکم چلا جاتا ہے کہ اس طرح کرو پورا نظام ہے جو پیچھے حرکت کرتا ہے انسانی دماغ کو دیکھو بنانے والے نے اسے ایسا بنایا ہے کہ ہر چیز جذب کرتا جاتا ہے کرتا جاتا ہے کرتا جاتا ہے ایک آدمی کو ایک گھنٹے کے لیے ملے۔ بیس برس گذر گئے ۔آپ نے گلی میں سے گذرتے ہوئے دیکھا دماغ کا جو کمپیوٹر ہے اس میں بغیر کسی تاخیر کے کروڑوں فائیلیں الٹ پلٹ کر کے اس میں وہ کاغذ نکال لیا جس میں اس آدمی کی شکل نقشی تھی۔ آپ کو یاد دلا دیا کہ یہ آپ کو اس سلسلے میں ملا تھا۔اس کا نام یہ ہے اور یہ فلاں جگہ کا رہنے والا ہے اور آپ اس سے لپٹ گئے تو میں تو آپ کو جانتا ہوں آپ فلاح جگہ مجھے ملے تھے۔ آپ کا یہ نام ہے لیکن یہ آپ کو سارا جو انفارمیشن ہے یہ کیسے فراہم ہوا۔کبھی آپ نے دیکھا وہ ایک لمحے میں وہ انسانی ذہن کا جو کمپیوٹر ہے کتنی رفتار کے ساتھ کتنی تیزی سے چلا اس کا بنانا تو واقعی حیرت انگیز ہے لیکن اس کا چلانا کیا کم حیرت انگیز ہے۔اس کے چلانے والے کی قدرت کا اندازہ بھی کیجئے ہم روز دیکھتے ہیں سورج طلوع ہوا غروب ہوا۔ ہم اس کی شعاؤں کو گن نہیں سکتے لیکن یہ لا تعداد شعائیں گھاس کے ایک تنکے اور گھاس کے ایک بیج سے لے کر ہمالہ پر پڑی ہوئی برف تک کو مختلف انداز میں تغیر دیتا ہے مختلف تبدیلیاں ان میں لاتا ہے۔فصلوں میں، درختوں میں، پھلوں میں، انسانی زندگیوں میں، حیوانی زندگیوں میں، بادلوں میں، بارش میں، فضاؤں میں، کتنی تبدیلی ان کرنوں سے آتی ہے۔کون ایک ایک کرن کو اس کے عین وقت پر اس جگہ پر پہنچاتا ہے اتنی روشنی، اتنی گرمی، اتنی تمازت، اتنی ہر چیز مہیا کرتا ہے اور ہر لمحے یہ کتنی لا تعداد کرنیں وسیع علاقوں اور کتنی وسیع دنیاؤں میں۔صرف زمین پر ہم تو دیکھتے ہیں سورج کا جو عکس ہے وہ چاند پر ستاروں، پر سیاروں پر کہاں کہاں تک کائنات میں کتنے وہ کام کر رہا ہے۔ آج تک وہ ہوتا تھا کہ سمندر میں مدو جذر جو آتا ہے ایک روٹین ورک ہے ہوائیں شاید تیز چلتی ہیں مدو جذر آتا ہے یہ ثابت ہوا کہ یہ محض ہواؤں کا نہیں اس کا تعلق چاند کے طلوع و غروب سے بھی ہے کہ چاند جوں جوں عروج میں اور چاند جوں جوں کمی میں آتا ہے وہ متاثر کرتا ہے مدو جذر کو۔دو سال پہلے ایک تحقیق کی گئی مغربی ممالک میں کہ اگر یہ مدو جذر سمندر میں نہ آئے اور چاند کی روشنی منعکس ہو کر اس میں یہ طلاطم بپا نہ کرے تو گہرائی میں رہنے والی مخلوق جو ہے اس کے پاس آکسیجن پہنچنی بند ہو جائے غالباً" ہالینڈ میں انہوں نے ایک بہت بڑی دیوار دے کر سمندر کے پانی کو ایک تالاب کی شکل میں اس طرح روک دیا کہ اس میں کروڑوں مچھلیاں تو تھیں لیکن سمندر کا مدو جذر اس پر اثر نہیں کرتا تھا اس کو

الگ کر دیا تو وہ کروڑوں کی تعداد دو سال میں سینکڑوں پر آ گئی اس لیے کہ انہیں آکسیجن نہیں ملی پورا وہ پانی ساکن تھا اوپر والے میں آکسیجن رہتی تھی نیچے والے میں آکسیجن ختم ہو گئی اور وہ مخلوق جو وہاں قید تھی وہ مرنے لگ گئی تب سائنس دانوں کو یہ پتہ چلا کہ چاند کے ساتھ اس کا رشتہ جوڑ کر بنانے والے نے سمندری مخلوق کی بقا کا سبب اس مدو جذر کو بنا دیا سارے پانی کو الٹ پلٹ کر آکسیجن سے جو بھرا پانی ہوتا ہے اور فل ہوتا ہے سیر ہوتا ہے آکسیجن کو نیچے لے جاتا ہے نیچے والا جسے چاہیے تھی اوپر لے آتا ہے اور اس طرح الٹ پلٹ کر ان کی آکسیجن ان تک پہنچا دیتا ہے یہ سارے نظام جو ہیں یہ بتاتے ہیں کہ اس کا نہ صرف بنانے والا ہے بلکہ اسے بنانا بھی بڑا مشکل ہے صرف اللہ ہی بنا سکتا ہے چلانا بنانے سے بھی مشکل ہے کہ ایک لمحے میں اتنی تبدیلیاں صرف یہ جو ہمارے پلاٹ میں گھاس لگا ہوا ہے ہم اس کے تنکے نہیں گن سکتے ہر تنکا ہر پتہ ہر لمحے اس کا حال تبدیل ہوتا ہے کون کرتا ہے اسے اگر سورج زمین چاند اور ستاروں کا جو باہمی فاصلہ اور طلوع و غروب کے جو اوقات ہیں ان میں تھوڑی سی بھی غلطی ہو جائے ایک لمحے کے لیے تو کچھ دنوں میں یہ کائنات تباہ ہو جائے گی۔ لیکن کروڑ ہا برس سے اگر چل رہی ہے تو اس کا مطلب ہے فاصلے، ان کی روشنی، ان کا آنا جانا، ان کی کشش ثقل، سب چیزوں میں ایسا توازن قائم ہے کہ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر چل رہی ہے تو اگر اتنے وسیع نظام کو اس طرح صحت کے ساتھ چلا رہا ہے تو دنیا میں ظالم دوسرے پر حکومت بھی کر لیتا ہے۔ ظالم دوسرے کا مال بھی چھین لیتا ہے۔ ظالم اللہ کے حقوق بھی ادا نہیں کرتا۔ دونوں کی قبر مٹی میں یا دونوں کا وجود مٹی میں مل جاتا ہے تو جیت تو پھر ظالم گیا۔ اگر آخرت کے انصاف کا دن نہ ہو جیتنے والوں میں تو وہ رہا جس نے اقتدار کے مزے لوٹ لیے جس نے دوسرے کا مال چھین لیا جس نے حقوق اللہ کی پرواہ نہ کی موج اپنی مرضی سے کرتا رہا اور مر گیا تو مرنا تو نیک کو بھی تھا وہ بھی مر گیا تو خسارے میں کون رہا بھلائی کرنے والا؟ شرافت سے زندگی بسر کرنے والا؟ نیکی کرنے والا؟

اللہ کریم فرماتے ہیں یہ میری شان کو زیب نہیں دیتا اس لیے میں ضرور حشر پیدا کروں گا سب کو ضرور کھڑا کروں گا۔ **لیبین لھم الذی یختلفون فیہ** جنہیں حشر میں اختلاف ہے انہیں میں یقین دلا دوں گا کہ آؤ دیکھو حشر قائم ہو گیا جو کردار تم کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ پوچھنے والا کوئی نہیں اسے فیس کرو اس کا سامنا کرو اور دیکھو بھگتو۔ فرمایا: حشر اس لیے ضروری ہے کہ ہر فاعل اپنے فعل کا نتیجہ بھی حاصل کرے اگر نتیجے کا دن نہ ہو تو پھر تو یہ سارا نظام رائیگاں گیا پھر تو اکارت گیا پھر تو اس کے بنانے والے نے اسے معاذ اللہ فضول بنا دیا اگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہے تو فرمایا لوگوں پر یہ واضح کرنے کے لیے جس بات میں انہیں اختلاف ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ انکار کرنے والے بھی جان لیں گے کہ اس دنیا میں وہ جھوٹ بولتے تھے وہ غلط کہتے تھے حشر قائم ہو گیا

اب حشر کیسے ہو گا اتنی بے شمار بے پناہ مخلوق مر گئی جل گئی جانور کھا گئے مٹی میں مل گئی زمین کی صورت بدل گئی جہاں دریا تھے وہاں خشکی آ گئی جہاں خشکی تھی وہاں سمندر چڑھ آیا تو کوئی سر پیر نہ رہا کسی چیز کا اور یہ صدیوں کا اور کروڑوں ہزاروں لاکھوں کروڑوں سالوں کا عمل ہے تو یہ سارا کچھ دوبارہ یہ کیسے بن جائے گا۔ جو ایک کائنات کروڑوں برسوں میں بنتی رہی بگڑتی رہی بنتی رہی بگڑتی رہی یہ کروڑوں برسوں کا عمل یک آن کیسے ہو گا فرمایا: تم اپنے متعلق مت سوچو کوئی چیز نہیں ہوتی تمہیں اس کا خاکہ سوچنا پڑتا ہے پھر تم اس کے لیے مادہ تلاش کرتے ہو Estimate کرتے ہو فیز یبلٹی رپورٹ بناتے ہو پھر دیکھتے ہو کیا کیا چیزیں چاہئیں وہ فراہم کرتے ہو اگر تمہیں کوئی کاریگر ضرورت پڑتا ہے پھر تم بنانے لگتے ہو پھر وہ بگڑ جاتا ہے پھر اس طرح سے بنتے بنتے کوئی چیز جا کر بنتی ہے فرمایا: جو چیز ہے یا نہیں جسے اللہ کرنا چاہتا ہے اور وہ ازل سے اللہ کے علم میں موجود ہے خارج میں اس کا وجود ہے یا نہیں جو کچھ ہو چکا جو ہو رہا ہے جو ہونے والا ہے وہ سرا علم الہٰی میں موجود ہے اللہ کا علم حضوری ہے ہر چیز اس کی بارگاہ میں حاضر ہے خواہ اس کا خارجا میں وجود ہے یا نہیں اور جسے ہونا ہوتا ہے فرمایا میں صرف حکم دے دیتا ہوں ہو جا' ہو جاتا ہے اس کا وجود خارج میں نہیں ہوتا یہ نہ سوچو کہ اس کے لیے اللہ کو گارا مٹی تلاش کرنا پڑے گا بلکہ عم الہٰی میں اس کا وجود موجود ہوتا ہے اور اسی کو حکم دے دیتے ہیں ہم جب چاہتے ہیں۔ انا ارللہ جب ارادہ فرماتے ہیں کسی چیز کا کہ وہ ہو جائے ان نقول لہ کن اور ہم اسے کہہ دیتے ہیں ہو جا فیکون ہو جاتی ہے تو لمحہ بھی دیر نہیں لگتی۔ یہ تمہارا کروڑوں صدیوں کا عمل ایک آن میں جیسا تھا ویسا سارا بحال ہو جائے گا تو یہ سارا نظام جو ہے اس میں جیتنے کے لیے اس میں کامیابی کے لیے اس میں اخروی بھلائی کو پانے کے لیے کرنا کیا ہو گا فرمایا صرف وہ لوگ بچ سکیں گے۔

والذین ہاجروا فی اللہ۔ جو اللہ کی راہ میں ہجرت کر گئے مہاجر ہو گئے مہاجر سے مراد صرف ترک وطن کرنے والا نہیں ہوتا مہاجر سے مراد ہوتا ہے جو اپنے فیصلوں سے گذر جائے اپنے مسکن اپنے ٹھکانے اپنے گھر اپنے فیصلے اپنی خواہشات کو چھوڑ کر احکام الہٰی کی اطاعت کر لے کوئی اپنے نظریے سے ہجرت کرتا ہے میرا نظریہ جو کچھ تھا ٹھیک نہیں ہے ٹھیک وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا دوسرا اپنے فعل سے ہجرت کرتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ صحیح نہیں مجھے وہ کرنا ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کوئی اپنے گھر سے ہجرت کرتا ہے کہ یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے اور اللہ کے قانون کے مطابق مجھے یہ گھر چھوڑ دینا چاہیے کوئی اپنے وطن سے کرتا ہے یہ ساری صورتیں ہجرت کی ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ کوئی بھی شخص اپنی من مانی کر کے اللہ کی رضا کو نہیں پا سکتا ہر شخص کو ہجرت کرنا ہو گی مرد ہے یا خاتون وہ بڑا ہے یا چھوٹا وہ اپنے آپ کو ولی سمجھتا ہے یا پیر سیاست دان ہے یا امیر وہ کوئی مزدور ہے یا محنت کش اللہ کا وہ بندہ ہے اللہ اس کا مالک ہے اور اس کا اپنی سوچ سے ہجرت اپنی خواہشات سے ہجرت اپنے

ارادوں سے سفر کر کے اللہ کی اطاعت اور اللہ کےنبی علیہ السلام کی غلامی کی طرف جانا ہو گا فرمایا بچنے کا صرف ایک راستہ ہے جو شخص یہ چاہے کہ میں اپنی من مانی کر کے اللہ کی کائنات میں رہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے بہتری بھی ملے فرمایا وہ اپنے آپ کو بے وقوف بنا رہا ہے اپنے ساتھ دھوکا کر رہا ہے صرف ایک راستہ ہے **والذین ہاجروا فی اللہ** وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور یہ جینہ سمجھو کہ جب تم اللہکو مانو گے اللہ کی اطاعت کرو گے تو مخالف یا کافر یا بے دین عناصر یا اللہ کے نام سے بیزار عناصر کے اللہ ہاتھ پاؤں باندھ دے گا نہیں؟ ان کے پاس بھی عمل کی فرصت ہے وہ بھی اپنے باطل کو قائم رکھنے کے لیے تمہیں دبائیں گے تم

ان مرحومین کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

۱۔ مہر محمد یوسف کی والدہ ۹ رمضان المبارک ۳ مارچ ۱۹۹۳ء قضائے الٰہی۔

۲۔ STA محمد عارف کے والد محترم ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء قضائے الٰہی

۳۔ ڈاکٹر محمد اسلم کے والد یکم فروری ۱۹۹۳ء قضائے الٰہی

۴۔ عاشق حسین جالندھری کے بھائی محمد صدیق ۵ اپریل کو کار کے حادثے میں جان بحق ہو گئے ہیں۔

۵۔ محمد حسن کی والدہ ماجدہ ۴ اپریل ۱۹۹۳ء کو قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی ہیں۔

پر زیادتی کرنا چاہیں گے تم پر خود کو مسلط کرنا چاہیں گے حتیٰ کہ وہ ظلم کی حد تک چلے جائیں گے۔

من بعد ما ظلموا۔ اس کے بعد بھی وہ ہجرت سے باز نہ آئے اگرچہ ان پر بہت بڑا ظلم توڑا گیا ان پر بہت زیادتی کی گئی انہیں روکنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن وہ ہجرت کر گئے اللہ کی اطاعت کی طرف سفر کر گئے اگر کوئی ایسا کر گزرے فرمایا تو پھر صرف آخرت میں ہی نہیں۔

لنبوئنهم فی الدنیا حسنتہ ان کی میں دنیاوی زندگی کو بھی باغ و بہار بنا دیتا ہوں وہ سدا تکلیف اور دکھ میں نہیں رہتے بلکہ پھر دکھ اور تکلیفیں بھی لذت دینے لگ جاتی ہیں یہ اللہ کی اپنی اس کی حکمت ہے کہ کسی کو وہ اگر اچھا کھانا دے کر لذت دیتا ہے تو کسی کی بھوک میں اتنی لذت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ کھانے سے پیٹ بھرنے سے اس طرح کی لذت محسوس نہیں کرتا کسی کو اگر دولت مل کر اسے فرحت اور لذت نصیب ہوتی ہے تو کسی کو افلاس اور غریبی اور فقیری میں وہ لطف دے دیتا ہے کہ اسے آپ پیسے دینا چاہیں تو وہ گھبرا جاتا ہے یار میرا سکون برباد نہیں کرو تو اللہ کریم کا یہ فیصلہ ہے کہ جو بھی میری خاطر ہجرت کرتا ہے اپنے فیصلوں سے گزر کر میرے فیصلے ماننا شروع کر دیتا ہے اور اس کام کے لئے باطل قوتوں کا دباؤ برداشت کرنے کی جرات بھی پیدا کرتا ہے میں اس دنیا میں بھی جنت کی لذتیں دے دیتا ہوں آخرت کی بات کرتے ہو **ولاجر الاخرة اکبر** اور آخرت میں اس کو اتنا ملے گا جس کا اندازہ آپ دنیا میں نہیں کر سکتے چونکہ دنیا اور ما فیہا کو قرآن حکیم نے قلیل کہا اور ایک ایک بندہ مومن کو جو اجر آخرت میں ملے گا اسے اکبر کہا اب قلیل میں بسنے والے قلیل کا اقل حصہ ہم اکبر کو کیسے محیط ہو سکتے ہیں فرمایا تم صرف یہ جان سکتے ہو کہ وہ بہت بڑا ہو گا۔

لوکانوا یعلمون۔ فرمایا کاش لوگ اس بات کو جان لیتے اور یاد رکھو نیکی کی راہ مشکلات سے ڈھکی ہوئی ہے آخر تک نیکی کے ساتھ صبر کا درس ہے **الذین صبروا۔** کہ وہ لوگ جن میں قوت برداشت ہے اور قوت برداشت کہاں سے آتی ہے۔

وعلیٰ ربھم یتوکلون○ جب انہیں اللہ پر بھروسہ پیدا ہو گیا صبر کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے قوت برداشت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تو مختصراً وہ خاکہ بنا جو ہمارے سامنے ہے وہ فریم بنا وہ ایک حد بن گئی چار دیواری بن گئی جس کے اندر اسلام ہمیں کامیابی کی نوید دیتا ہے اور ہمارے رشتوں کو ہمارے تعلقات کو ایک نئی شکل دیتا ہے تو جینا مرنا دوستی دشمنی سونا جاگنا کھانا پینا کمانا خرچ کرنا یہ سارا نظام جو ہے یہ کس لیے ہو؟ اللہ کے لیے۔ کیسا ہو؟ جیسے اللہ پسند

کہ ہم اگر کسی کو نیک سمجھتے ہیں یا ولی اللہ سمجھتے ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو میں چاہتا ہوں کہ فلاں بزرگ کے مزار پہ جانے سے یا فلاں ولی اللہ کے ملنے سے یا فلاں نیک آدمی کے ملنے سے جیسا میں چاہتا ہوں ویسا ہو جائے اگر یہ فلسفہ انسانوں کے ذہن سے نکال دیا جائے تو ہمارے ملک میں یہ جتنی عرسوں کی بہاریں ہیں اور جتنے لوگ سلاموں کے لیے جاتے ہیں یہ ایک دم سے ختم ہو جائیں یہ ساری فلاسفی جو ہے ناہم سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کے ساتھ ہمارا تعلق ہے لیکن یہ نہیں ہے اصل بات یہ نہیں ہے اصل بات وہ جو ہماری اپنی غلط فہمی ہے کہ فلاں بزرگ کے پاس جانے سے جو میں کہتا ہوں وہ ہو جائے اور بزرگ کو بزرگی اس بات پہ ملتی ہے کہ ساری زندگی جو وہ چاہتا تھا اس نے وہ چھوڑ دیا وہ اپنا لیا جو اللہ چاہتا ہے یعنی اس کا اپنا یہ حال ہے کہ ساری زندگی جو کچھ وہ چاہتا تھا اس نے وہ چھوڑ دیا اور وہ اپنا لیا جو اللہ چاہتا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس جائیں گے تو وہ ہو جائے گا جو ہم چاہتے ہیں کتنا الٹا سودا ہے ایسا کبھی ہو سکتا ہے ایسا ہونا کیا ممکن ہے؟ یا اگر کوئی شخص اس بات پہ اپنی دکان چمکائے بیٹھا ہے کہ میرے پاس آ جاؤ مجھے پیسے دے جاؤ یہاں دیگیں پکا جاؤ جو تم چاہتے ہو وہ ہو جائے گا تو اس سے بڑی کوئی گمراہی کی صورت آپ کی سمجھ میں آتی ہے اس آیہ کریمہ کو سامنے رکھ کر یہ کتنا واضح آئینہ دکھا دیا قرآن حکیم نے۔

میرے بھائی جو بات آخرت میں نقصان پہنچاتی ہے وہ دنیا میں نفع کیسے دے سکتی ہے۔ آپ اس بات پہ نہ جائیے کہ اقتدار کس کے پاس ہے آپ اس بات پر جائیے خواہ رات میں آدھا گھنٹہ سوئے لیکن سکون سے سوتا کون ہے۔ آپ اس بات پہ نہ جائیے کہ بندوق اور گولی کس کے ہاتھ میں ہے اور سینہ کس کا ہے آپ یہ دیکھیے کہ ہاتھ لرز کس کے رہے ہیں اور سینہ پر سکون کس کا ہے جو بھی حق پر ہو گا وہ خواہ زیر خنجر ہو گا تو بھی اسے ایک لذت مل رہی ہو گی اور جو باطل پر ہو گا وہ گلا کاٹ رہا ہو گا تو بھی اس کے اندر طوفان ابل رہے ہوں گے۔ ہماری روز مرہ زندگی میں ہم دیکھتے ہیں اپنے ارد گرد اپنے ماحول میں اپنے حکمرانوں میں اپنی حکومتوں میں اپنے صاحب

اقتدار لوگوں میں کون سکون سے جیتا ہے کون سکون سے سوتا ہے کون سکون سے مرتا ہے کون سکون سے جاگتا ہے ہروہ بندہ خواہ وہ حکمران ہے یا عام آدمی اگر اس کے پاس اللہ کا خوف ہے تو وہ دوسرے تمام خوفوں سے آزاد ہوتا ہے اور ایک اللہ کا خوف رخصت ہونے سے کائنات کے ذرے ذرے کا خوف مسلط ہو جاتا ہے یہ قانون ہے فطرت کا ہم یہ سمجھتے ہیں اور یہاں میں نے دیکھا ہے کہ اگرکسی کو کہہ دیا جائے کہ تجھے برطانیہ یا امریکہ لے جاتا ہوں تو وہ گھر بیچ کر بھی تیار بیٹھا ہے کہ آپ خواہ جتنے پیسے لے لیں آپ مجھے وہاں لے جائیں وہ معاشرہ اللہ سے بیزار اور دین سے دور ہے ان کا حال یہ ہے کہ جو جسمانی امراض انہیں لاحق ہوتی ہیں ان کے متعلق یہاں سوچا بھی نہیں جا سکتا ایسی ایسی عجیب بیماریاں جنہیں دیکھ کر۔ میں آج پڑھ رہا تھا اخبار میں ایک دس سالہ بچے کو ایک ایسا جنون ہو گیا ہے کہ وہ اپنی دس سالہ عمر میں ہزاروں کتے اور بلیاں بھنبھوڑ کر ان کا خون پی بیٹھا ہے دانتوں سے کاٹ کر پی جاتا ہے اور عمر دس سال ہے بچے کی اندازہ کریں کیسی عجیب عجیب بیماریاں ہیں اس کے بس میں نہیں ہے بس وہ جہاں کتا بلی دیکھتا ہے اس کو پکڑ لیتا ہے اس کی گردن دبوچ اس میں پوری تفصیل دی ہوئی تھی کہ درندے کی طرح چیر پھاڑ دیتا ہے اسکا خون پی جاتا ہے تو انہیں خطرہ ہے کہ دو چار سال کے بعد یہ آدمیوں کا یہی حشر کرے گا اس کا کیا جائے اس کا علاج کیا ہو گا۔ پھر ایسی عجیب عجیب ایسی نرالی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جن کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا اس سب کے علاوہ اس سے ہٹ کر وہاں کسی کی کوئی عزت نہیں ہے عزت نام کا لفظ اس پوری سرزمین میں نہیں ہے اور جیسے سمندر سے اس طرف نکلتے ہیں مشرق وسطیٰ سے آگے تو عزت نام کی چیز کو بھول جانا پڑتا ہے کوئی کسی کی بیٹی نہیں ہے کوئی کسی کی بہن نہیں ہے کوئی کسی کی ماں نہیں ہے کوئی کسی کی بیوی نہیں ہے صرف دو قسم کے لوگ بستے ہیں ایک مذکر اور ایک مونث۔ اس کے علاوہ کوئی رشتہ ہم نے وہاں نہیں دیکھا۔ حکومت بچوں کو دیتی ہے وظیفہ بالغ ہونے تک بچے جب بالغ ہوتے ہیں سرکاری وظیفہ بند ہوتا ہے تو ماں باپ انہیں کہتے ہیں اب گھر میں رہنا ہے تو اس کمرے کا کرایہ اتنا ہے اور صبح شام کے کھانے کا خرچ اتنا ہے وہ پیسے جمع کرا دو جتنے دنوں کے کرا دو گے اتنے دن رہ سکتے ہو اگر پیسے نہیں ہیں تو یہاں سے چلے جاؤ کہاں گیا وہ تمہارا مسئلہ۔ میں نے ایک نوجوان لڑکے سے پوچھا کہ تم جانتے ہو تمہارے پیرنٹس کہاں ہیں کہنے لگا

They Kicked
Me Out And Shut The Door,
I Do Not Know Where They Are..

جس دن میں بالغ ہوا انہوں نے دھکا دے کر مجھے باہر نکالا دروازہ بند کر لیا کئی سال ہو گئے اس کے بعد مجھے تو نہیں پتہ کہ اس شہر میں بھی ہیں یا نہیں۔ اسے آپ انسانی زندگی سمجھتے ہیں اور پھر سب کے پاس نہیں بلکہ نیو یارک شہر جو امریکہ دنیا کا چیمپئن ہے

اس کے نیویارک شہر میں ساٹھ فیصد لوگ ایسے ہیں جو رات کو فٹ پاتھ پہ سوتے ہیں شہر کی آبادی کا ساٹھ فیصد حصہ فٹ پاتھ پہ رات کو ہوتا ہے تو کیا ایسی زندگی میں کوئی سکون ہے جہاں نہ کوئی آبرو ہے نہ کوئی ضمانت ہے زندگی کی نہ کوئی احترام ہے آدمیت کا تو آپ کیا سمجھتے ہیں وہاں کوئی سکون نام کی کوئی چیز ہے اس چیز نے انہیں ایک نئی بیماری میں مبتلا کر دیا ہر شخص ڈرتا ہے اور اب مغرب کا بہت بڑا مرض یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

"The Fear Of Unknown"

ان دیکھا خوف کوئی پتہ نہیں کوئی یہ نہیں کہ کوئی خطرہ ہے دشمن ہے یا کچھ بھی نہیں لیکن ڈر اتنا ہے کہ نہ سو سکتا ہے نہ کھا سکتا ہے۔ لرز رہا ہے ڈاکٹروں نے اس کا نام رکھ دیا ہے۔

The Fear Of Unknown ۔ اب جو دوائیں دیتے ہیں لوگوں کو صرف سونے کی اور بے ہوشی کی گھر جاتے ہیں تو خود بھی گولیاں کھاتے ہیں وہ بھی اسی مرض کے مریض ہیں سو نہیں سکتے میں نے یہ سمجھا ہے کہ جسے یہ The Fear Of Unkonwn کہتے ہیں یہ ان نون فیر نہیں ہے بلکہ یہ آخرت کا اور جہنم کا اور قیامت کی سختیوں کا ڈر ہے جس کا رشتہ تو انسانی وجود کے ساتھ ہے لیکن یہ مانتے نہیں اس لیے انہیں اس کی سمجھ نہیں آ رہی جو بندہ بھی اللہ کی اطاعت کی طرف چلتا ہے اس کی زندگی پر سکون اس لیے ہو جاتی ہے کہ جب آخرت پر سکون ہوتی ہے تو اس کا پرتو انسانی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ پھر اسے بھوک میں بھی راحت ملتی ہے پیٹ بھر کر کھائے تو بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اسے آرام ملے تو بھی اسے لذت ملتی ہے لیکن اس کے لیے بے آرام ہونا پڑے تو اس بے آرامی میں بھی ایک لذت آ جاتی ہے اسے صحت نصیب ہو تو اس میں بھی ایک لذت ہوتی ہے لیکن اللہ کی راہ میں بیماری آ جائے اس میں بھی ایک انوکھی سی لذت پیدا ہو جاتی ہے چونکہ وہ اس کا اجر بن رہا ہوتا ہے آخرت میں اور دنیا کا سرا جڑا ہوا ہے آخرت کے ساتھ دنیا کمزور ہے اور آخرت مضبوط ہے تو مضبوط کا اثر دنیا کو متاثر کرتا ہے یہاں رہتے ہوئے جنتیوں کے کام کرنے والوں کے دل میں جنت بستی ہے اسی لیے اللہ نے فرمایا۔

لنبوئنهم فی الدنیا حسنته انہیں دنیا میں بھی میں خوبصورت ٹھکانے دے دیتا ہوں دنیا میں بھی انہیں راحتیں نعمتیں عزت و آبرو اور سکون نصیب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی ایسے کام کر رہا ہے کہ اُس کی آخرت بگڑ رہی ہے تو اس کا پرتو اس کی دینوی زندگی پر بھی پڑتا ہے۔ پھر اس کے پاس حکومت بھی ہو اس کے پاس بہت بڑی فوج بھی ہو اس کے پاس بہت بڑا لشکر بھی ہو پھر بھی اس کے سر پر ایک بدمعاش کلاشنکوف لے کر کھڑا ہوتا ہے کہ یہ میری حفاظت کرے گا۔ کیا سوچتا رہتا ہے کیوں کرتا ہے ایسا یعنی ایک آدمی کے پاس ایک ملک ہے اس کے پاس حکومت ہے اس کے پاس اس ملک کی فوج ہے اس ملک کی پولیس ہے اس ملک کے سارے ادارے ہیں اس ملک کے جاسوسی کے اور خفیہ ادارے ہیں اس

ملک کا سارا اسلحہ اس ملک کے ہوائی جہاز توپیں سارے اس کی ڈسپوزل پر سارے اس کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں وہ ایک بہت بڑے محل میں رہتا ہے۔ جس پر بیاسی کروڑ روپیہ لگا ہے اور سینکڑوں افراد پہرے پر کھڑے ہیں پھر ایک بدمعاش کو سر پر کھڑا کیا ہے کہ یہ میری حفاظت کرے گا تو کیا سمجھتے ہیں آپ کے دل میں کوئی سکون نام کی کوئی چیز ہے۔ اللہ نام کا لفظ ہے اس کی ڈکشنری میں اس کے ذہن میں کہیں یاد خدا ہے یہ اللہ کی سزا ہوتی ہے تو اتنے وسائل ہونے کے باوجود ملک کا سربراہ ہو اور کسی بدمعاش کی حفاظت کا محتاج ہو اس سے زیادہ ذلت کا کوئی تصور ہے کسی شخص کے لیے

اب میرے جیسا عام آدمی بھی اگر اسے کوئی کہے کہ یہ بدمعاش آپ کی حفاظت کرے گا تو آپ زندہ رہ سکیں گے تو ہم قبول کرنا گوارا نہیں کریں گے یہ کیا بات ہوئی کہ ایک بدمعاش کے آسرے پہ ہم نے زندہ رہنا ہے تف ہے ایسی زندگی پر۔ وہ شخص جس کے پاس پورا ملک اور ملک کے وسائل ہیں پھر اس کی حفاظت پر ایک بدمعاش کھڑا ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ صرف حکومت آجانے سے اقتدار آجانے سے پیسے آجانے سے سکون آجاتا ہے میاں دنیا میں لوگ ذلیل ہوتے رہتے ہیں سزا بھگتے رہتے ہیں خراب ہوتے رہتے ہیں۔

صرف وہ لوگ جو اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کرتے وہ سکون پا رہے ہیں کیونکہ ہر آدمی یہ فیصلے کرتا ہے دو میں سے ایک طرف جاتا ہے ہمارا ہر فیصلہ ہر لمحہ ہم فیصلہ کرتے ہیں اس میں ہم یا اللہ کی اطاعت کرتے ہیں یا اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں یا اللہ کی اطاعت کرتے ہیں یا اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بات مانتے ہیں تو ہمارے ہاں یہ ساری محنت جو ہوتی ہے یہ محض اس لیے ہوتی ہے کہ بندے کو گھڑ تراش کر اسے یہ احساس دلا دیا جائے کہ تو بندہ ہے اور تجھے بات مان کر چلنا ہے اور بات صرف اللہ کی ماننی ہے ہماری نہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام معمولی نام نہیں ہے فاتحین عالم کی فہرست میں سر فہرست ہے جہاں تک تاریخ انسانوں کو اور جرنیلوں کو اور فاتحین کو جانتی ہے ان میں فاروق اعظمؓ کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اکیلا منفرد بندہ اکیلا بندہ ہے اپنی اس بات میں بھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگ کر لیا تھا کہ یا اللہ یہ بندہ تو مجھے دے دے بہت سی انفرادی خصوصیتوں کا حامل ہے اور جس کا نام لینے سے قیصرو کسریٰ جیسے حکمرانوں پر لرزہ طاری ہو جایا کرتا ہے تھا آپ اپنے اس دور اقتدار میں اور اس قوت میں اور اس طاقت میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو کہنے لگے لوگو! اگر میں اللہ کی راہ سے بھٹک جاؤں تو ایک صحرا نشین بدوی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس نے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور کہنے لگا ہم اللہ کے لیے جیتے اور اللہ کے لیے مرتے ہیں اگر آپ بھی بگڑ گئے تو ہم آپ کو سیدھا کر

دیں گے یہ تلواریں اسی لیے ہیں تو فرمانے لگے اللہ کا شکر ہے کہ تم لوگوں میں دین کی محبت اور دینی جذبہ باقی ہے تو فرمایا ہم عمرؓ کے غلام نہیں ہیں ہم اللہ کے غلام ہیں عمرؓ ہم تک اللہ کا حکم پہنچائے گا اگر آپ اللہ کا راستہ چھوڑ دیں گے تو ہماری یہ تلواریں آپ کو سیدھا کر دیں گی یہ ہے اسلام۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم تیار کی وہ کسی کے آسرے پر زندہ رہنے والی نہیں تھی بلکہ اللہ کے آسرے پر مرنے والی تھی انہیں زندگی سے پیار نہیں تھا جب فارس کی جنگوں میں سب سے آخری معرکہ جو لڑا گیا آج تو سارے مسلمان بھی اپنے بچوں کا نام رستم رکھتے ہیں یہاں ہمارا رستم کا ایوارڈ بھی ہوتا ہے رستم پاکستان اور رستم زمان کا اور رستم سائیکل اور سہراب بھی ہوتا ہے لیکن رستم وہ مشہور جرنیل تھا جو ساری زندگی فارس کو اسلام کے خلاف لڑاتا رہا اور سب سے آخر جب انہوں نے سمجھا کہ اب کوئی بھی مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا تو آخری طاقت ان کے پاس رستم تھا اور وہ فوج جس کی شکست کے بعد خسرو پرویز کی سلطنت اسلام کے مقابلے میں کھڑا ہونے کے قابل نہ رہی اور یزید گرد کو بھاگنا پڑا اس جنگ کا سالار رستم تھا مسلمانوں کیا کیا ہے میں اگلے دن ایک نام پڑھ رہا تھا محمد بنارس۔ بنارس ہندوؤں کا مقدس مقام ہے انہوں نے ساتھ محمد جوڑ دیا بنارس تو یہ ہندوستان میں ہے ہندوؤں کا مقدس شہر ہے گنگا کے کنارے ہے شہر کے درمیان سے گنگا گزرتی ہے تو ہندو وہاں جن کو جلاتے ہیں ان کی ہڈیاں پھینکنے بھی جاتے ہیں جو زندہ جاتے ہیں وہاں نہانے جاتے ہیں ہندوؤں کا یہ ایک مقدس شہر ہے انہوں نے ساتھ محمد لگایا اور مسلمان کا نام ہو گیا محمد بنارس شاباش۔ خسرو پرویز بدترین کافر تھا اس کے ساتھ محمد لگاتے ہیں آگے پرویز لگاتے ہیں محمد پرویز لڑکیوں کا نام بھی پرویز ہے لڑکوں کا نام بھی پرویز ہے اپنی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مسلمان کہاں سے نکل آئے پرویز۔

تو رستم کا بھی یہی حال ہے ورنہ آپ کی حکومت کا رستم زمان رستم پاکستان ایوارڈ تو موجود ہی ہے اور رستم فیکٹری بھی موجود ہے کافروں کے نام پہ یہ فخر کرتے ہیں انہیں اسلام کے ساتھ تعلق نہیں گندارا تہذیب پہ فخر کرتے ہیں جو اسلام سے پہلے کافرانہ تہذیب تھی اور جس میں بھائی بہن سے شادی کیا کرتا تھا اس تہذیب پہ یہ فخر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ مسلمان بھی ہیں ان کا اسلام بلٹ پروف قسم کا ہے ان کا بگڑتا کچھ نہیں فٹ بال کی طرح جدھر سے کک لگی آگے پھر سلامت کا سلامت تو رستم جب میدان میں اترا تو رستم کے اقوال کو مولانا رومی نے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ۔

زشیر شتر خوردن سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار

کہ دیکھو یہ جنگل کی لدھڑ کھانے والے گو کھانے والے اور اونٹوں کا دودھ پینے والے جاہل اور اجڈ عرب آج یہ سوچ رہے ہیں کہ

تخت کیاں را کنند آرزو

یہ تخت کیاں کو دیکھے بیٹھے ہیں اور یہ خسرو پرویز کی سلطنت کو دیکھ رہے ہیں۔

تفوبر تو اے چرخ گردان تفو۔ کہنے لگا ملامت ہو اے گردش کرنے والے آسمان تجھ پر کہ تو نے ہمیں یہ دن دکھائے۔

مسلمان جرنیل نے اسے خط لکھا اپنی بڑی مختصر سی بات لکھی اس میں لکھا کہ رستم تو کسی گھمنڈ میں نہ رہے بہتر ہے کہ تو اللہ کی اطاعت قبول کر لے اسی لیے کہ تیرے ساتھ جتنا لاؤ لشکر ہے یہ سارے زندگی پر جان دینے والے اور زندگی کے طلبگار ہیں لیکن جو قوم میرے ساتھ ہے۔

ان معی قوماً میرے ساتھ جو قوم ہے **یحبون الموت کما یحبون الفارس الخم۔** میرے ساتھ جو قوم ہے یہ موت پر اس سے زیادہ عاشق ہے جتنے تم ایرانی شراب پر عاشق ہو تیری سپاہ جتنی شراب کے لیے بے قرار ہے اس سے زیادہ یہ موت کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اس لیے تیری سپاہ اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم تیار کی تھی وہ موت کو تلاش کیا کرتی تھی ہم زندگی کے بہانے ڈھونڈتے پھرتے ہیں کبھی اس خانقاہ پر کبھی اس بزرگ کے پاس کبھی اس درخت پر چڑھاوا چڑھا کر کبھی اس پتھر کو چوم کر کبھی وہاں دیگ پکا کر ہم سمجھتے ہیں ہمیں زندگی مل جائے گی میاں زندگی تو مل گئی دینے والے نے دے دی اسے نہ کوئی دیگ بڑھا گھٹا سکتی ہے نہ کوئی کردار اب باری موت کی ہے اب موت کو تلاش کرو زندہ تو ہو گئے زندگی تو مل گئی اب باری موت کی ہے اب موت کو تلاش کرو کہ موت بھی آبرو مندانہ آئے کیونکہ موت سے تو ہم بچ نہیں سکتے بھاگ نہیں سکتے **ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم۔** تم موت سے اگر بھاگتے ہو تو یہ سن لو موت تم سے ملے گی **انہ ملاقیکم** وہ تم سے گلے ملے گی **وہ چھوڑے گی نہیں ولو کنتم فی بروج مشیدہ○** اگر تم بڑے بڑے سیمنٹڈ قلعے بنا کر اندر بند ہو جاؤ موت کو کوئی دیوار نہیں روکے گی وہ آ کر تمہیں اندر ہی گلے لگا لے گی اسے ملنا ہے تو آبرو مندانہ موت تلاش کرو وہ راحت جو اللہ کی نافرمانی میں ملے اس پر اس دکھ کو ترجیح دو جو اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے ملے وہ نیند جو اللہ کی نافرمانی میں نصیب ہوتی ہے اس پر اسے بیداری کو ترجیح دو جو اللہ کی اطاعت میں بھگتنا پڑتی ہے وہ دولت مندی جو اللہ کی نافرمانی کر کے نصیب ہوتی ہے اس پر اس افلاس کو ڈھونڈو جس کے ساتھ اللہ کی اطاعت ہو وہ زندگی جو اللہ کی اطاعت سے دور لے جائے اس پر اس موت کو کروڑوں گنا ترجیح دو جو اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے ملے۔

ساتھی شکایت کرتے ہیں کہ آپ نے یہاں کا پروگرام بہت ٹائٹ کر دیا میں نے پروگرام ٹائٹ نہیں کیا آپ کو جہاں جانا ہے وہاں کا نظام بہت زیادہ ٹائٹ ہے آپ سال کے تین سو ساٹھ دن اگر اپنی مرضی سے جیتے ہیں تو پانچ دن یہاں رہنا پڑے تو پانچ دن تو ایک ایسا ماحول اختیار کرو جو آپ کی پسند کے خلاف

ہو اور صرف اور صرف اللہ کی پسند کے مطابق ہو اگر اس میں کسی کو تکلیف ہوتی ہے تو اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ زندگی کے اس سانچے میں مس فٹ ہے اس کے کونے کھدرے نکلے ہوئے ہیں جس میں اسلام اسے فٹ کرنا چاہتا ہے اور جو بندہ بفضل اللہ پہلے سے اس میں فٹ ہے یہاں آکر تکلیف نہیں اسے تو یہاں آکر مزا آجاتا ہے ایسے دوستوں سے پوچھو جنہوں نے اپنے آپ کو پہلے اس سانچے میں ڈھال رکھا ہوتا ہے انہیں تو یہاں آکر لطف آجاتا ہے وہ تو یہاں سے جانے کا نام نہیں لیتے جسے تکلیف ہوتی ہے اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ اس فریم ورک سے اس کا کوئی کونہ کھدرا باہر نکلا ہوا ہے جو رگڑ کھاتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے تو فریم توڑنے کی بجائے اپنے اس کونے کو گھماؤ اپنے آپ کو اس میں فٹ کرو کہ نہ مجھے آپ سے ووٹ لینے ہیں نہ یہاں کوئی چندہ لیتا ہے نہ آپ سے خوشامد کراتا ہے اور نہ میں آپ سے کبھی مٹھیاں ہی بھرواتا ہوں میں یہ چاہتا ہوں کہ میں بھی اس قوت پر زندہ رہوں جو اللہ نے مجھے دی ہے وہ تھوڑی ہے یا زیادہ اس میں بیماری ہے یا صحت اس میں مجھے بھوک لگتی ہے یا نہیں لگتی یہ اس کی مرضی جو اس نے مجھے دیا ہے میں اس پر زندہ رہنا چاہتا ہوں اور میں آپ کو بھی یہ سکھانا چاہتا ہوں کہ جو اللہ نے دیا ہے اس پر زندہ رہو بڑے بادشاہ بن جاؤ گے کسی سلطان و امیر کا رعب تمہاری گردن جھکا نہیں سکے گا۔ مجھ پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ مجھے اللہ نے روئے زمین کو دیکھنے کی فرصت دی ہے میرا اللہ

کے گھر کے سوا کہیں جی نہیں لگتا مجھے اگر دولت کمانا ہوتی امریکہ میں برطانیہ میں یورپ میں جاپان میں میں کہیں سیٹل ہو سکتا تھا میں تو یہ پیری فقیری کا ڈھونگ رچا کر ہی بیٹھ جاتا تو کروڑوں ڈالر جمع ہو جاتے اور لوگ کر رہے ہیں۔ کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ لوگ اپنے ساتھ دھوکا کرنے کے لیے وہ جانتا ہے میرے گھر میں کچھ نہیں وہ کہتا ہے تو کہہ دے تیرا گھر دولت سے بھرا ہوا ہے جو جیب میں ہے یہ بھی تو لے لے اور کیسا بے وقوف ہے جو پانچ دس جیب میں ہیں وہ کہتا ہے یہ بھی تو لے لے گھر میں بھوسہ بھی نہیں کہتا ہے تو کہہ دے تیرا گھر روپوں سے بھرا ہوا ہے بس اتنی بات کہلوا کے چلا جاتا ہے اپنے آپکو بے وقوف بناتا ہے جو اپنے پاس ہے وہ بھی دے کے چلا جاتا ہے تو لوگ تو بے وقوف بننے کو تیار پھرتے ہیں ہمارا جو کام ہے جس کے لیے دن رات ہم جاگتے ہیں جس کے لیے دن رات ہم زور لگاتے ہیں جس کے لیے ہم آپ کو اوکھا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم خود فریبی سے نکل کر صحیح حقائق کا سامنا کریں کہ اصل میں کیا ہے حیثیت میری کیا ہے اور میری طاقت ہے کیا اور میں ہوں کون اور میں کر کیا رہا ہوں اور اس کا انجام کیا ہو گا اس حقیقت کو ہم دیکھیں اور زندگی کو اس سطح پر لے جائیں کہ یہاں بیٹھے ہوئے موت آجائے کہ یہ افسوس نہ ہو کہ مجھے یہ کرنا تھا میں جو کچھ اپنے میرے بس میں ہے میں کر رہا ہوں موت آجائے الحمد اللہ ایک آزمائش تھی ایک امتحان تھا وہ ختم ہو گیا اللہ کا شکر ہے چھٹی مل گئی

موت سے ڈرنے والے نہیں ہمیں موت کو تلاش کرنے والے افراد چاہییے اور جو ڈرنے والے بھی آئیں گے ہم انہیں کوٹ کاٹ کر موت کے سامنے ہی کھڑا کریں گے اس بات کی کوئی بھی امید نہ رکھے کہ وہ موج کرے گا موج تو ہم بندے کی ضائع کرنے کے لیے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ تھے تشریف لائے ہوئے تھے تو ایک آدمی آگیا تو پہلے وہ مجھ سے ملا کہ جی آپ مجھے حضرت سے ملا دیجئے میں نے کہا کہ کروگے کیا حضرت سے مل کر کہنے لگا مجھے جن پریشان کرتے ہیں حضرت کچھ مجھے دم دم فرما دیں گے میں نے کہا جن تمہیں کہتے کیا ہیں کیا پریشانی ہے وہ کہنے لگا مجھے ساعت بھر سونے نہیں دیتے جب سوتا ہوں تو ڈرا دیتے ہیں جگا دیتے ہیں میں نے کہا رات بھر سونے حضرت جی بھی نہیں دیتے فرق کیا ہوا۔ تم یہ سمجھو کہ جن تمہیں چھوڑ جائیں گے اور یہ حضرت تمہیں رات کو سلائیں گے؟ یہ غلط فہمی نکال دو سونے یہ بھی نہیں دیں گے میں نے کہا یہ مرض تو یہاں اتنا عام ہے کہ یہاں یہ سونے کسی کو بھی نہیں دیتے تو پھر تمہیں کیا فائدہ ہوا تو حضرت سن رہے تھے حضرت بڑے ہنسے کہنے لگے بات تو نے اسے ٹھیک سمجھا دی ہے اب اس کی مرضی۔ میں نے کہا میاں سونے یہاں بھی کوئی نہیں دے گا چونکہ سلانے والے ادارے تو بے شمار ہیں جھوٹ بول کر تھپکیاں دے کر سیاست دان سے لیکر پیر تک الاماشاء اللہ یہ سارے انسٹی ٹیوشن جو ہیں یہ بندوں کو تھپکیاں دیتے اور سلا لیکہ تم بے فکر ہو کر سو جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا کیسی ہو جائیگا ہمارا کام سلانا نہیں ہمارا کام جگانا ہے۔

یہاں آکر دنیوی راحت آپ کو بیچنی پڑے گی اخروی آرام کے لیے اپنی پسند چھوڑنی پڑے گی اللہ کی اطاعت کے لیے میں نے اسی لیے کہہ دیا ہے کہ جو شخص اس دال روٹی پہ گذارا نہیں کر سکتا وہ بے شک یہاں نہ رہے باہر سے کھانا وانا کھانے کی اجازت نہیں ہے جو شخص سمجھتا ہے کہ پروگرام اس کو راس نہیں آ رہے اسے ہم نے باندھ نہیں رکھا وہ جا سکتا ہے لیکن یہاں اگر رہے گا تو اسی روٹین میں فٹ ہو کر رہنا ہو گا میری اپنی زندگی مجھے عرصہ ہو گیا میں رات کو تین گھنٹے اور گھنٹہ بھر دن کو کل چوبیس گھنٹوں میں چار گھنٹے میرے سونے کے ہوتے ہیں میرے خیال میں پچیس تیس برس ہو گئے میری تو صحت خراب نہیں ہوئی میں تو ٹھیک ہوں اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جتنا میں چل لیتا ہوں جتنا میں پہاڑوں پر چڑھتا اترتا ہوں جتنے میں فائر کر لیتا ہوں جتنا میں نشانہ لگا لیتا ہوں میں تو چاہتا ہوں کہ سب لوگ آپ مجھ سے بہتر کام کریں ہمیں مانگنے والے نہیں چاہئیں ہمیں وہ چاہئیں جو اللہ سے مانگیں صرف اور مخلوق پر وہ اللہ کا قانون نافذ کریں۔ ہمیں گداگروں کی جماعت اور چندہ جمع کر کے سفرا نہیں بنانے۔ اللہ کے بندے بنانے ہیں جو اللہ کی کائنات میں وہ اللہ کے قانون کے مطابق رہ سکیں یا پھر اس کی راہ میں جان تو دے سکیں اگر اللہ کے حکم کے مطابق زندہ نہیں رہ سکتے تو اس کے راستے میں مر تو سکیں

اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو درمیانی راستہ نہ کوئی ہے اور نہ ہم آپ سے جھوٹ بولیں گے درمیان میں کوئی راستہ نہیں اللہ کریم نے دو ہی راستے بتائے ہیں۔

ومنھم من ھدی اللہ ومنھم من حقت علیہ الضللۃ۔ یا آدمی ہدایت پر ہوتا ہے یا گمراہی اس کا مقدر بن جاتی ہے درمیان میں کسی کو اللہ کریم نہیں چھوڑتا درمیان میں کوئی راستہ ہی نہیں ہے آدمی یا اطاعت کرتا ہے یا نافرمانی یا اللہ کے ساتھ اس کا ربط ہے یا بے ربط ہے اگر اس کی امیدیں اور آرزوئیں دوسروں سے وابستہ ہیں تو سمجھ لے کہ اللہ سے اس کی رسی ٹوٹ چکی ہے اور اگر اللہ کے ساتھ وابستہ ہے پھر اللہ کے سوا کسی کی آرزو اور خواہش نہیں رہے گی۔

تو میرے بھائی ہمیں بھی اگلوں نے ایسا ہی اوکھا کیا تھا ہمیں بھی آسانی سے کسی نے نہیں بنایا تھا ہماری بڑی کرامات کہ ہم بڑے بگڑے ہوئے تھے ہم جیسے بگڑے ہوئے بڑے کم ہوں گے ہمیں بھی بڑے تیشے سہنے پڑے اور ہمیں بھی بڑا اگلوں نے کھینچ کھینچ کر سیدھا کیا ہم ایسے سیدھے نہیں تھے ہمیں بھی اگلوں نے جیسے لوہار تیشے سے لکڑی پر چھیلتا ہے نا اس طرح ہمارے ساتھ بھی ہوا ہمیں بھی رات رات دن دن بھر اگلوں نے بھگا بھگا کر اس راستے پر لگایا ہمارے سامنے بھی جو آئے گا اپنے بدلے اتاریں گے کوئی اور رعایت نہیں ہوگی بالکل محنت کرنی پڑے گی مجاہدہ کرنا پڑے گا اور یہ غنیمت سمجھو اس وقت سے پہلے جب آپ میں مجاہدے کی سکت نہ رہے یہ اللہ کا احسان سمجھو اس وقت سے پہلے جب کام کرنے کی ہمت وہ ہم سے سلب کر لے جب سمجھنے کی طاقت نہ رہے جب اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہ رہیں یا زندگی کے سانسیں ختم ہو جائیں تو میاں سیدھی سی بات ہے کہ دوسروں کے آسروں پر اور دوسرے آستانوں پر اور دوسری امیدوں پر زندہ رہنا چھوڑ دو اس لیے کہ کوئی بھی تمہیں زندہ نہیں رکھ سکے گا ہر جھوٹا آسرا بجائے خود ایک موت ہے جو اللہ کے تعلق کو مجروح کرتا ہے اور انسانیت کی موت ہوتی ہے اللہ سے دوری آدمی مادی زندگی تو جیتا رہتا ہے لیکن اس میں سے انسانیت مرجاتی ہے۔

اولٰئک کالانعام بل ھم اضل بن جاتا ہے جانوروں کی طرح زندہ رہتا ہے بچے دے دیئے پیٹ بھر لیا سو گئے یہ کام تو جانور بھی کر لیتے ہیں انسان کا جینا مرنا تو اتنا عظیم ہوتا ہے کہ اس کے اٹھنے کے اوقات اس کا پروردگار بناتا ہے آپ کے سونے کے لمحات اس کا رب مقرر کرتا ہے اس کے دن بھر کے ٹائم ٹیبل اس کا رب جلیل بنا کر اسے دیتا ہے اور لمحہ لمحہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں وقت گذارتا ہے معیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مراد ہے کہ اس حال میں رہو جس حال میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا چاہتا ہے اگر ہم نے اپنے آپ کو اس حال سے الگ کر لیا تو معیت کون سی رہی اور کیسے نصیب ہوئی۔

تو میرے بھائی یہاں تو اوکھا ہونا پڑے گا جاگنا پڑے گا محنت کرنا پڑے گی خود کو حلال کا عادی کرنا پڑے گا حرام سے بچنے کے ڈھنگ سیکھنے ہوں گے اور بنیادی طور پر یہاں دھوبی پٹڑے کا کام ہوتا ہے جس طرح دھوبی کپڑے کو پٹکتا ہے نا اس طرح انسانی قلوب کا حشر کرتے ہیں ہم اور دھوبی پٹڑا بڑا خطرناک دور ہے کسی کشتی والے سے پوچھ لو کشتی والوں کا بھی جلوس نکال دیتا ہے جسے دھوبی پٹڑا آتا ہو ہمارا کام ہی دھوبی پٹڑے کا ہے تو یہاں سوکھا سوکھا کام نہیں ہے پسند نہ آئے تو مجبور کوئی نہیں کرتا باندھ کر کوئی نہیں رکھتا لیکن اس میں چسکا بھی ہے بندہ پھنس جاتا ہے بھاگ کر جانا بھی اتنا آسان نہیں ہے چھوڑ کر جانے سے بھی اور کسی جگہ یہ لذت نصیب نہیں ہوتی۔

اس لیے میرے بھائی اللہ سے غنیمت سمجھو پتہ نہیں کل ہم میں سے کون ہو گا اور کون نہیں ہو گا۔ ہم سب کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہے میری دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ میں ہر آنے والے کو اللہ کی رضا کے مطابق زندگی سر کرنے کا عادی بنانے کے لیے یہ ساری محنت کرسکوں۔ آپ کا نظریہ بھی یہ ہونا چاہیے کہ آپ کو یہاں آکر سیکھنا ہے اپنی خواہشات منوانے کے لیے نہیں آپ بھی یہاں کچھ ماننے کے لیے تشریف لائیں ہاں اگر آپ یہ سمجھیں کہ کوئی ایسا کام آپ کو کہا جا رہا ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف ہے تو مت مانئے کبھی مت مانئے اللہ کے حکم کے خلاف نہ کسی پیر کی اطاعت ہے نہ کسی فقیر کی نہ کسی بادشاہ کی نہ کسی سلطان کی۔

لاطاعتہ المخلوق فی معصیتہ الخالق۔ اللہ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی سیدھا سا اصول ہے اگر اللہ کے احکام کے مطابق ڈھلنے کے لیے آپ کو کوئی تراش خراش میں کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو یہ سمجھ لیں کہ کونے کھدرے بڑھے ہوئے ہیں انہیں گھسنا پڑے گا تکلیف ہو گی اللہ کریم سب کو قبول فرمائے اور اللہ کریم ہمیں ایک ایسا معاشرہ تشکیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اسلامی ہو اور انشاء اللہ میری یہ بات یاد رکھیں کہ یہ جو روز سیاست دان کہتے ہیں کہ ملک جا رہا ہے یہ ملک انشاء اللہ نہیں جائے گا یہ ملک طاقتور ہو گا اس کی سرحدیں بڑھیں گی اور اس پر اسلام کی حکومت ہو گی ہم دیکھیں گے یا نہیں دیکھیں گے۔ تو انشاء اللہ یہ ملک جانے والا نہیں ہے اس ملک میں رہنے والوں کو اللہ کے دین کی حدود کے اندر آنا ہو گا اور اچھے رہیں گے وہ لوگ جو اس وقت سے پہلے خود کو حدود الہٰی کا عادی کر لیں جب انہیں جبراً ایسا کرنے پر مجبور کر دیا جائے گا یہ جو اقتدار میں لوگ ہیں یا خود دین میں آجائیں گے یا انہیں اقتدار دین داروں کو دینا پڑے گا انشاء اللہ العزیز ایسا ہی ہو گا۔

اسلام ایک نعمت ہے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

بائیسویں پارے میں سورۃ الاحزاب کی آیہ مبارکہ مسلمان مردوں اور مسلمان خواتین کے بہت سے اوصاف کو اور بہت سی خصوصیات کو شمار کر کے ان پر نتیجہ مرتب فرماتی ہے ارشاد یہ ہوا کہ بہت پکی اور یقینی بات ہے اسلام قبول کرنے والے مرد اور تسلیم کرنے والی اسلام قبول کرنے والی خواتین دعوت الٰہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو' کلمہ حق کو' قبول کرنا اسلام ہے۔ اسلام جب کسی کو نصیب ہوتا ہے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ اگر اس کا وہ قبول کرنا اپنے قلبی ارادے سے ہے دل کے فیصلے سے ہے اپنے یقین کے ساتھ ہے تو یہ تسلیم کرنا ایک اعتماد پیدا کر دیتا ہے۔ ایک بھروسہ پیدا کرتا ہے اللہ پر اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ کے بنائے ہوئے اور بتائے ہوئے ضابطوں اور قاعدوں پر اور عبادات پر اور مناجات پر۔ وہ جو اعتماد پیدا ہوتا ہے اس کا نام ایمان ہے اسلام اس عمل کا نام ہے

جب کسی کے پاس اللہ کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دین کی دعوت پہنچی تو اس نے وہ قبول کر لیا یہ اسلام ہے اگر تو یہ قبولیت محض روا روی کی ہے محض دیکھا دیکھی کی ہے کہ جی جب ماں باپ مسلمان تھے تو ہم بھی مسلمان ہیں میرا یہ دوست مسلمان ہے میں بھی مسلمان ہوں میرا بھائی مسلمان ہو گیا ہے میں بھی مسلمان ہوتا ہوں تو یہ اس سے آگے بات نہیں بڑھتی اس اسلام کا یہی حال ہوتا ہے جو آج کل عموی طور پر ہمارا من حیث القوم ہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں حرام بھی کھا لیتے ہیں ہم مسلمان بھی ہیں جھوٹ بھی بول لیتے ہیں ہم مسلمان بھی ہیں عبادات بھی چھوڑ دیتے ہیں تو یہ سارا کچھ کیوں ہے اس لیے کہ ہم نے روا روی میں دیکھا دیکھی میں یا والدین سے یا دوست سے یا معاشرہ سے دیکھا دیکھی میں

کہہ دیا کہ ہم مانتے ہیں لیکن ماننے میں ہمارے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والا فیصلہ شامل نہیں ہے جب وہ فیصلہ شامل ہوتا ہے تو وہ ایک اعتماد پیدا کر دیتا ہے اللہ پر اور جب کوئی چیزیں سامنے آتی ہیں ایک طرف دینوی فائدہ بھی ہو لیکن اللہ سے دوری ہو دوسری طرف دنیا کا نقصان بھی ہو لیکن اللہ کے قرب کی امید ہو تو وہ جو اعتماد علی اللہ ہوتا ہے اور ہر چند یہ قادر بھی میں اللہ کو منتخب کرتا ہوں اور ناجائز ذریعے سے آنے والی دولت کو چھوڑتا ہوں یہ حال جب نصیب ہو جائے تو اسے کہتے ہیں ایمان یعنی اللہ پر اعتماد اور بھروسہ۔

ایمان یقین کا نام ہے اس یقین کا جو اللہ پر اعتماد پیدا کرتا ہے تو فرمایا بے شک وہ مرد یا وہ خواتین جنہوں نے قبول کیا دعوت الٰہی کو اور پھر اس دعوت

کو اس خلوص سے قبول کیا کہ وہ زمرہ مومنین میں شامل ہو گئے انہیں اللہ پر اعتماد حاصل ہوا مردوں کو بھی عورتوں کو بھی۔ ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر معاملے میں آدمی پھر اللہ ہی کو چنتا ہے اللہ کی اطاعت ہی کو چنتا ہے اس کے خلاف جانے کی نہیں سوچتا اگر انسان کمزوری کی وجہ سے بشری کمزوریوں کی وجہ سے دوسری طرف چلا بھی جائے تو فوراً واپس آتا ہے اس طرف اس کا گھر نہیں بنتا اس کا دل نہیں لگتا فرمایا **والقٰنتین والقٰنتٰت**۔ یعنی ایمان پر پھل لگتا ہے اطاعت کا وہ یقین حاصل ہو تو نافرمانی بالکل نہیں بھاتی فرمانبردار مرد فرمانبردار خواتین **والصٰدقین والصٰدقٰت**۔ جنہیں اطاعت الٰہی نصیب ہوتی ہے اس پر صداقت کا ثمر لگتا ہے پھر انہیں جھوٹ بولنے ہیرا پھیری کرنے چالاکیاں کرنے کی ضرورت نہیں رہتی سیدھے سادے انسان بن جاتے ہیں اور کھری کھری بات کہتے ہیں لینا لینا اور دینا دینا حق بات پہ قائم رہتے ہیں باطل کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں سچے مرد سچی عورتیں اور سچ کے ساتھ ساری راحتیں نہیں ہوتیں بہت سی تکلیفیں آتی ہیں معاشرے کا بہت بڑا طبقہ اس کو قبول نہیں کرتا بہت سی روکاوٹیں آتی ہیں بہت سی مالی جانی بدنی تکلیفیں آتی ہیں لیکن وہ اسی طرف اتنے وابستہ ہو چکے ہوتے ہیں۔

و لصّٰبرین والصّٰبرات کہ ان تکلیفوں کو صبر شکر کر کے جھیلتے ہیں دامن الٰہی کو نہیں چھوڑتے دامن دین کو نہیں چھوڑتے صبر کرنے والے مرد صبر کرنے والی خواتین اور جسے دکھوں پر تکلیفوں پر ناپسندیدہ حالات پر اس لیے صبر کرنے کی توفیق مل جائے کہ وہ دوسری طرف اللہ کی رضا کو دیکھتا ہے اور وہ اس دکھ کے ساتھ اللہ کی رضامندی کو قبول کر لیتا ہے یعنی اللہ کی رحمت کا دامن چھوڑ کر وہ اس دکھ سے نجات حاصل نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ قبول کر لیتا ہے تو فرمایا ایسے لوگوں کے دل میں سے ایک لطف کا چشمہ پھوٹتا ہے ایسا لطف ایسا مزا جو بتایا نہیں جا سکتا محسوس کیا جا سکتا ہے اور اسے کہتے ہیں خشوع۔ ایسی کیفیت ہو جاتی ہے وہ سمجھتے ہیں میں اللہ کریم کو رو برو پاتا ہوں اللہ کریم کو رو برو دیکھ رہا ہوں اپنے رب سے بات کرتا ہوں میں اپنے رب سے اپنا دکھ سکھ کہتا ہوں یہ حال جب نصیب ہوتا ہے۔ تو فرمایا **والخٰشعین** خشوع رکھنے والے مرد **والخٰشعٰت** اور خشوع کی حامل خواتین۔

والمتصدّٰقین والمتصدّٰقٰت۔ اور جنہیں خشوع نصیب ہوتا ہے وصال الٰہی نصیب ہوتا ہے ان کا حال ایک اور ہو جاتا ہے وہ اپنی جو سہولتیں ہیں وہ بھی دوسروں پہ تصدق کرتے ہیں کوئی بھوکا نظر آئے تو بھوک اپنے حصے میں کر لیتے ہیں اور پاس کھانا ہو تو اسے دے دیتے ہیں کوئی ضرورت مند نظر آئے تو اپنی کوئی ضرورت نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس ضرورت کو پورا کرنے کا جو سرمایہ تھا اسے عطا کر دیتے ہیں یہ ہوتا ہے صدقہ۔ تصدق یہ ہوتا ہے کہ آپ دوسروں کی ضروریات کا دوسروں کی احتیاج کا اس لیے خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے بندے ہیں میں ان کی خدمت کروں گا یا ان کی ضروریات پوری کروں گا تو

اللہ مجھے اور اپنے قریب کرے گا مجھ پر اور نظر شفقت فرمائے گا مجھ پر اور انوارات و تجلیات برسائے گا تو اس کے علاوہ آپ دنیا میں دیکھیں ہر آدمی سکھ اپنی طرف کرتا ہے دکھ دوسرے کو دیتا ہے لیکن جنہیں خشوع نصیب ہوتا ہے وہ دنیوی نعمتیں تصدیق کرتے ہیں دوسروں کو پہلے دیتے ہیں دوسروں کی تکلیف کا خیال پہلے کرتے ہیں فرمایا **والمتصدّقین والمتصدّقٰت۔** تصدق کرنے والے مرد تصدق کرنے والی خواتین۔

والصّائمین والصّٰمٰت۔ ترجمہ تو ہے اس کا روزہ دار مرد روزہ دار عورتیں لیکن حق یہ ہے کہ وہ دنیا اور دنیا کی نعمتوں سے اس طرح گذر جاتے ہیں جس طرح دن بھر سے روزہ دار گذر جاتا ہے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بقدر ضرورت غذا کھاتے ہیں کام کرنے کے لیے بقدر ضرورت وسائل اختیار کرتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں سوچتے کہ دنیا کو لوٹ کر ہم اپنے لئے جمع کر لیں روزہ دار ہوتے ہیں دنیا میں روزہ دار مرد اور روزہ دار خواتین۔

والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت ایسے لوگوں کو سب سے شدید قوت شہوت جو ہے اللہ اس پر بھی اختیار دے دیتا ہے اور وہ ناروا شہوت رانی نہیں کرتے نہ ایسے مرد اور نہ ایسی خواتین اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد۔۔ دیکھیں کتنے مدارج کے بعد جا کر جتنی جتنی کوئی خواہش قوی تھی اتنی اتنی وہ اپنی اپنی باری پر مغلوب ہوتی چلی جاتی ہے لیکن اگر وہ اس درجے کو پہنچ جائے تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔

والذاکرین اللہ کثیرًا۔ پھر انہیں ہر آن میرا ذکر نصیب ہو جاتا ہے یعنی سب سے آخری بہت بڑا انعام جو بنتا ہے اسی دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے قرب الٰہی کے لیے رضائے الٰہی کے لیے اور ترقی درجات کے لیے سب سے بڑا رتبہ جو حاصل کر سکتا ہے وہ ذکر دوام ہے۔ **والذّاکرین اللّٰہ کثیرًا وّالذاکرات** اور کثرت سے ذکر کرنے والی خواتین **اعداللّٰہ لھم مغفرۃً** ۔ اور کثرت سے ذکر کرنے والی خواتین ان کے لیے اللہ کی بخشش منتظر ہے ان سے کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں سستی بھی ہو سکتی ہے غلطی بھی ہو سکتی ہے کہ وہ انسان ہیں لیکن بخشش الٰہی تلافی مافات کے لیے ان کے راہ دیکھا کرتی ہے **لھم مغفرۃً** ان کے لیے ہے اللہ کی بخشش **واجراً عظیما** اور بے پناہ بڑا انعام اجر معاوضہ بے پناہ انسانی اعداد و شمار سے بالاتر۔

اب قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا جس درخت کا جو پھل ہوتا ہے وہ اس کا بیج بھی ہوتا ہے آپ درخت کی گوڈی کریں آبیاری کریں حفاظت کریں چوکیداری کریں محنت کریں تو اس پر بور لگے پھول لگیں پھل آئیں وہ پھل پک جائے اس میں سے جو نکلے گی گوٹھلی اسے پھر سے دبا دیں پورا درخت اس گوٹھلی سے نکل آئیگا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اس پراسس سے نہیں گذرے بلکہ بیک آن یہ سارا پراسس انہیں نصیب ہو گیا یعنی وہ درجہ بدرجہ آگے نہیں گئے بلکہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ

سالانہ اجتماع

۷۔ جولائی ۱۹۹۳ء سے دار العرفان (منارہ ضلع چکوال)
میں شروع ہے جو تقریباً چالیس روز تک جاری رہے گا۔
ضرور شرکت فرمائیے۔

ضرورت سیلز مین

اسلام آباد میں دکان کے لیے ایک سیلز مین جو کہ کم از کم میٹرک پاس ہو، کی ضرورت ہے۔ سلسلہ کا ساتھی ہونا ضروری ہے۔
معقول تنخواہ، رہائش اور کھانا وغیرہ مفت
مزید تفصیلات کے لیے رابطہ:

اختر سعید گل
پبلک ہیلتھ ڈویژن (PHD)
قومی ادارۂ صحت (NIH)
اسلام آباد

وسلم کی نگاہ میں آئے تو صحابی ہو گئے اور صحابی سے مراد یہ ہوتی ہے کہ نبوت کے بعد مکمل ترین مومن امانت، دیانت، خشوع و خضوع، صداقت، عبادت ہر پہلو سے کامل ترین بندہ جو نبی علیہ السلام کے بعد ہوتا ہے وہ صحابی ہوتا ہے تو یہ سارے اوصاف انہیں بیک وقت کیوں نصیب ہوئے اس لیے کہ جس وجود پر جس شخص پر جسے ایمان نصیب ہوا جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑی یا اس کی نگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عالی پر پڑ گئی تو اس ایک لمحے کے اس لمس سے نگاہ کے ایک لمحے کے چھونے سے۔

الیٰ

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللّٰہ قرآن فرماتا ہے کہ کھال سے لے کر نہال خانہ دل تک بدن کا ہر سیل ان کا ذاکر ہو گیا تو وجود کا ہر سیل جب ذاکر ہو گیا تو پھر وہ ایک ایک شرعی حکم کو تلاش کیا کرتے تھے جیسے کوئی حکم نازل ہوتا تھا فوراً اپنا لیتے تھے کسی کے لیے تربیت کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی کہ جی ان کی تربیت کی جائے انہیں سمجھایا جائے اور انہیں لیکچر دیئے جائیں اور ان کی کلاسیں کوئی نہیں جو بھی حکم نازل ہوتا تھا اللہ کی طرف سے اسے فوراً قبول کر لیتے تھے اور فوراً سارا حال بدل جاتا تھا سب سے بری عادت ہے شراب کا پینا اور عربوں کی صدیوں کی عادت تھی نسلیں بیت گئی تھیں ان کی شراب پیتے مدینہ منورہ میں حرمت شراب کی آیت نازل ہوئی تمام سیرت اور حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی بھیج دیا

کہ سب کو بتا دو اللہ نے شراب حرام کر دی ہے اور اس کے بعد نہ کوئی پی سکتا ہے نہ کوئی رکھ سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے ایک صحابی کا قافلہ شام سے داخل ہوا تھا جس کے پورے قافلے میں صرف شراب تھی ساری زندگی کا سرمایہ اس کا اس پر لگا ہوا تھا اور پورے قافلے میں تمام اونٹوں پر صرف شراب کے مشکیزے لدے ہوئے تھے جو اسے عرب میں بیچنے تھے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے اسے پتہ چلا کہ یہ حکم نازل ہو گیا ہے اس نے نیزہ لے کر کھڑے ہوئے اونٹوں پر ایک ایک مشکیزہ چھید دیا یہ تاریخ میں موجود ہے کہ پوری زندگی کا سرمایہ اس نے ریت میں بہا دیا مدینہ منورہ کے باسیوں نے گھروں سے شراب کے مٹکے نکال کر گلیوں پر رکھ کر توڑ دیے اور تاریخ کا حصہ ہے کہ سالوں بعد بھی جب ابر برستا تھا تو زمین سے بلبلے اُٹھتے تھے اور زمین کی رنگت سرخ ہو جاتی تھی وہ شراب کی تیزابیت جذب ہو گئی تھی گلیوں کی ریت میں اور زمین میں۔ تو یہ کیسے ممکن ہوا حکم نازل ہوتا گیا صدیوں کی عادت چھوٹ گئی مال کی محبت آڑے نہ آ سکی کوئی عزت و وقار کا مسئلہ نہ بنا فوراً اس کی تعمیل ہو گئی اس لیے کہ ان کے دل ان کے وجود ذاکر تھے اس لیے کہ وہ صحابی تھے۔ اب یہ جو عمل ہے کہ دل کو اور وجود کو ذاکر کیا جائے یہ اس غرض سے ہوتا ہے کہ جو ایک تخم ہے جو ایک بیج ہے اور پورا درخت پال کر بیج حاصل کرنا بہت مشکل بہت منزلیں ہیں اور اگر بیج مل جائے تو اس کی گوڈی کرنا اسے پانی دینا اس کی حفاظت کرنا اس کی نسبت

آسان ہے اس سے پورا درخت نصیب ہو جاتا ہے یہ بیج بانٹنا یہ دلوں میں بیج بونا اور اس کی پرورش اور اس کی حفاظت کے قاعدے ضابطے سکھانا اور ایک ایک بندے کی اس معاملے میں مدد کرنے کا جو فن ہے اس کا نام ہے تصوف۔ ناموں سے کچھ نہیں ہوتا اس لیے کہ اس فن کو بحیثیت فن جب اس کے مدارس بنے جب اس کے مکاتب بنے جب وہ لوگ اٹھ گئے جنہیں بیک نگاہ وہ دولت نصیب ہو گئی وہ صحابی تھے صحابی میں وہ قوت تھی کہ بیک نگاہ اس نے تابعی کو یہ دولت عطا کر دی تابعین میں یہ قوت تھی کہ بیک نگاہ انہوں نے تبع تابعین کو یہ دولت تقسیم کردی اس کے بعد ادارے بنے۔

صحابہ کے زمانے میں کوئی بخاری شریف نہیں تھی صحابہ کے زمانے میں کوئی مسلم شریف نہیں تھی کوئی ترمذی نہیں تھی کوئی شامی نہیں تھی کوئی فقہ کی کتاب مدون نہیں تھی جیسے بعد میں ضرورتیں پیش آئیں تو ترویج دین کے لیے اشاعت حدیث کا ایک فن بنا اس میں بخاری اور مسلم آئیں اس میں ترمذی اور ابن ماجہ آئیں اس میں مختلف احادیث کی کتب آئیں ان کی درجہ بندی کی گئی پھر لوگ محدثین کہلائے حدیث پڑھانے والے حدیث کے استاد کہلا اور لوگوں نے باقاعدہ ایک فن کی طرح حدیث کو پڑھنا سمجھنا اور سیکھنا شروع کیا پھر حدیث کی شروح لکھی گئیں اسی طرح صحابہ کرام کے عہد میں کوئی ابن کثیر نہیں تھی کوئی روح البیان نہیں تھی کوئی تفسیر بیضاوی نہیں تھی جب صحابہ تابعین تبع تابعین کا دور ختم ہوا وہ نعمتیں دلوں میں درد رکھنے والے اور کتابیں حفظ کرنے والے جب دنیا سے اٹھے تو قلم اور صفحہ قرطاس پر اس کی حفاظت کی ضرورت پیش آئی تو ادارے وجود میں آئے سکول بنے اساتذہ بنے طالب علم بنے اسی طرح جب ایک نگاہ سے پورے وجود کو روشن کرنے والی مقدس ہستیاں زمین سے اٹھیں تو یہ دلوں میں بیج بونا اس کی آبیاری کرنا اور لوگوں کو یہ نعمت پہنچانے کا بھی ایک فن بنا اپنے وقت اپنی ضرورت کے اعتبار سے اور اس وقت اسے نام دیا گیا تصوف کا جس کا معنی جسے تزکیہ سے قرانی لفظ تزکیہ کا ترجمہ کر کے اسے تصوف کہا گیا صفائے باطن صفائے قلب یا پھر بعض کے نزدیک صوف سے اخذ کیا گیا کیونکہ صوف پشمینے کو کہتے تھے اور آئینے اور آئینہ خانے پشمینے سے صاف کیے جاتے تھے تو دل کے آئینے خانے کا نام بھی تصوف رکھ دیا گیا کہ اسکی صفائی کا ذریعہ لیکن نام سے بحث نہیں ہے بحث اس فن اس شے اس نعمت کی اہمیت اور ضرورت سے ہے۔

صرف و نحو کہاں تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے میں کون پرواہ کرتا تھا کہاں مدارس تھے کہاں یونیورسٹیاں تھیں کہاں طالب علم تھے یہ تو ایک کچا جھونپڑا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا تھا ساری کائنات کی درسگاہ وہی مسجد تھی اسی میں فوجی تربیت پاتے اسی میں سیاست دان تربیت پاتے اسی میں سے سفراء نکلتے اسی میں سے گورنر بنتے اسی میں سے سپاہی بنتے اور اسی میں سے جرنیل بنتے لیکن یہ سارا کام ہمیشہ اس طرح نہیں ہو

سکتا تھا اس لیے جوں جوں ضرورتیں پیش آئیں ہر فن کے ادارے بنتے گئے۔

اگلے دن ایک ساتھی نے سوال کیا تھا ان کے اس سوال کے مطابق یہ تھا کہ یہ فن سیکھنا فرض علی الکفایہ ہے کچھ لوگ کر لیں ٹھیک ہے تو میں نے سرسری سا جواب دے دیا تاکہ اگر فرض علی الکفایہ بھی ہو تو آپ ذاکرین کی تعداد کو ذکر نہ کرنے والوں کی تعداد میں کفایہ بھی پورا نہیں کر سکتے لیکن حق یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ نہیں ہے یہ خود فرض ہے اور فرض عین ہے وضو فرض نہیں ہے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو چونکہ نماز فرض عین ہے تو نماز کے لیے اس وقت وضو کا کرنا فرض عین ہو جاتا ہے ورنہ وضو فرض نہیں ہے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے جب دفاع کی ضرورت پڑتی ہے جب ضرورت نہیں پڑتی تو فرض علی الکفایہ ہے جو لوگ کر رہے ہیں وہ کافی ہیں اگر وہ کافی نہیں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض عین ہے وہ بھی کافی نہیں تو ساتھ والوں پر حتی کہ ایک لمحے پوری مسلم امت پر بھی فرض عین ہو سکتا ہے اگر سب کو دفاع کی ضرورت پیش آئے تو اگر ایمان کو آپ ضروری سمجھتے ہیں ایمان کو آپ فرض سمجھتے ہیں تو ایمان کے لیے خشوع و خضوع کو اور ایمان کے لیے صداقت اور سچائی کو ایمان کے لیے ورع و تقویٰ کو ضروری نہیں سمجھتے اور اگر اسے ضروری سمجھتے ہیں تو بغیر کثرت ذکر کے اس کا تصور قرآن میں تو نہیں ہے کسی فلسفے کی کتاب میں ہو مستشرقین کے نزدیک ہو غیر مسلم سکالر ہیں ان کے نزدیک ہو کہ اللہ کے نام کے بغیر کوئی بندہ اچھا بندہ ہوتا ہے یہ تصور غیر مسلم دنیا کا ہے لیکن جسے غیر مسلم دنیا' اللہ سے نا آشنا دنیا اچھا بندہ بھی کہتے ہیں وہ بھی معاشرے میں ڈاکو ہوتا ہے اپنے لئے اچھائیاں اور نعمتیں خریدتا ہے اور دوسروں کے لیے دکھ بانٹتا ہے یہ صرف کمال ایمان ہے کہ انسان اپنے لیے تکلیفیں لے کر دوسروں کو خوشیاں بانٹے تو اگر وہ ساری چیزیں فرض ہیں تو ان کے لیے بدن کا قلب کا ذاکر ہونا بھی فرض ہو جائے گا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم نے تو اپنی تفسیر تفسیر مظہری میں جو بڑی معرکتہ آراء تفسیر ہے اس میں انہوں نے تو بغیر کسی دوسرے سہارے کے اسے ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کے لیے فرض لکھا ہے کثرت ذکر کی تحصیل کو ذکر قلبی کے حصول کو اور انہوں نے اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علی جنوبھم وہ بندے جو کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ذکر قلبی کے علاوہ یہ ممکن ہی نہیں اور جو حکم قرآن سے ثابت ہوتا ہے وہ فرض ہوتا ہے سادہ سا قانون ہے تو انہوں نے اس آیہ کریمہ کے تحت فرض لکھا ہے اگر آپ اس آیہ کریمہ پر بھی غور فرمائیں تو اس کی فرضیت بھی ثابت ہوتی ہے اور اگر آپ کسی دوسری آیہ مبارکہ کو دیکھیں **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** خوب کان کھول کر سن لو دل کو قرار ہی ذکر الٰہی سے آتا ہے اگر اسے ذکر الٰہی نہیں آتا تو اسے قرار ہی نہیں آتا کبھی اللہ کی طرف

لپکتا ہے کبھی دنیا کی طرف کبھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانتا ہے کبھی شیطان کی ایک جگہ پر قرار حاصل کرنے کے لیے اللہ کے دروازے پر جم جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرنے کے لیے ذکر کی ضرورت ہے تو کون کون سی آیت پہ آپ پہلوتہی کریں گے اور کہاں کہاں معنوں میں خلط ملط کر کے بھاگیں گے اور جو بھاگ ہی جائیں گے انہیں میدان حشر میں نہیں جانا؟ انہیں قبر کے دروازے سے گذر کر نہیں جانا؟ انہیں نکیرین کا سامنا نہیں کرنا؟ انہیں عذاب ثواب قبر سے نہیں گذرنا؟ انہیں اللہ کی بارگاہ میں حساب نہیں دینا؟ وہاں کیا ہو گا دنیا میں تو ہم نے تاویلیں گھڑلیں معنے پہنا لیے یہ کیا وہ کیا۔

تو یاد رکھیے یہ نعمت روشنی ہے نور ہے اللہ نے اسے نور کہا ہے۔ **قلجلہ کم من اللہ کتلب و نود مبعن**۔ کتاب قرآن حکیم ہے اور نور وہ روشنی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے دلوں کو تقسیم فرمائی نور ہدایت اور اللہ نے اسے نور کہا ہے اور جتنی ظلمت ہوتی ہے اللہ اتنی بڑی شمع روشن کر دیتے ہیں وہ رب العلمین ہیں ساری کائنات کے پروردگار ہیں تو رب وہ ہوتا ہے جو ضرورت مندوں کی ضرورتیں ہر جگہ ہر آن ہر لمحے ہر وقت ہر کسی کی پوری کر رہا ہوتا ہے۔ اس کے لیے اس کا علم بھی اتنا وسیع ہو کہ ہر ایک کے ہر حال سے ہر وقت واقف ہو اس کے لیے اس کے خزانے بھی اتنے وسیع ہوں کہ ہر ایک کو ہر چیز ہر وقت دینے پہ قادر ہو اس کی قدرت بھی اتنی وسیع ہو کہ کسی سے مشورے کسی سے منظوری کسی کی مدد کا محتاج نہ ہو چونکہ وہ رب العلمین ہے سارے جہانوں کا رب ہے تو جہاں بے شمار ضروریات ہیں وہاں انسانوں کی ضروریات کو ایک نور دیا جس زمانے میں جتنی بڑی ضرورت آئی اتنا بڑا مینار نور اس نے اپنی طرف سے تخلیق فرما دیا آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر آپ بالترتیب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک دیکھتے آئیں تو ہر زمانے کی گمراہی کے مقابل اتنا ہی بڑا مینار نور نظر آئے گا حتیٰ کہ جب ساری روئے زمین بیک آن گمراہ ہوگئی اور روئے زمین پر کوئی اللہ کا نام جاننے والا بھی نہیں تھا تو اللہ نے سب سے بڑا مینارہ نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث فرمایا اور یہ اسی نور کی قوت تھی اس نے کفر کا سینہ چیر کر اس میں سے توحید کے اور اس میں سے نیکی اور ورع و تقویٰ کے سوتے جاری کر دیئے۔ تاریخ انسانی کو اسی تباہی میں گرتے ہوئے اس گڑھے کے کنارے سے پکڑ کر بلندیوں کی طرف واپسی پہ گامزن کر دیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟ پوری تاریخ انسانی میں اگر انقلاب کہلانے کا مستحق ہے تو صرف وہ حال جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت کو عطا فرمایا اور پوری انسانی تاریخ کا دھارا بدل دیا اتنا خوبصورت موڑ تاریخ انسانی میں آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا۔ پھر جیسی جیسی گمراہی تھی ایسی ایسی اس کے مقابلے میں ہدایت بھی رہی اور انسانی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں میں نے جب یہ حدیث

پاک پڑھی تھی۔

عیسیٰ علیہ السلام کی واپس تشریف آوری کی تو ایک خیال آتا تھا کہ اللہ قادر ہے اگر نبی علیہ السلام پیدا کرنا ہوتا تو اور نبی علیہ السلام بھیج دیتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور پیدا کر دیتا اگر پیدا نہیں کرنا تھا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کو باقی رکھنے کی کیا مصلحت لیکن میں ڈرتے ہوئے پوچھتا بھی نہیں تھا کہ جب جدھر سے پوچھا فتویٰ لگے گا کہ تمہارا ماننے کو جی نہیں چاہتا کہ ایمان لاؤ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے بھئی ایمان تو لائیں گے لیکن کوئی انسانی ایک ہوتا ہے کھٹکا اس کے ذہن میں اس کا لاجک یا اس کی وجہ یا اس کی توضیح یا اس کی توجیح سمجھنا چاہتا ہے لیکن ہمارے ہاں حوصلوں کی بہت کمی ہے اگر آپ لاجک بھی پوچھیں تو کفر کا فتویٰ گلے پڑ جاتا ہے لہٰذا ڈرتے ہوئے بھی آدمی چپ رہتا ہے لیکن اللہ نے جب مجھے خود سمجھنے کی استعداد عطا فرمائی تو برسوں مار کھانے کے بعد یہ پتہ چلا کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے قلبی ذکر اور روحانی قوت کے علاوہ کوئی دوسری چیز کارگر نہیں اور زبانی وعظ اور تعلیم و تربیت کا درجہ بعد میں ہے۔

یتلوا علیھم ایتہ تلاوت کتاب الٰہی، ویزکیھم ——— جب تزکیہ پہلے نصیب ہو تو وہ تزکیہ جو متقدمین سے نسلاً بعد نسلاً کسی کو توسل ہونے سے کسی کو اولاد ہونے کے ناطے کسی کو شاگرد ہونے کے ناطے کسی کو مرید ہونے کے ناطے ملتا آیا تو ہر نسل نے دوسری نسل کو جب منتقل کیا تو وہ کم ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں میں وہ وصف تقسیم کرنے والا کوئی بھی نہیں ہو گا۔ اور گمراہی بہت شدید ہو جائے گی تو نبوت تو ختم ہو گئی نیا نبی پیدا نہیں ہو گا اور یہ شان مصطفیٰ علیہ السلام سے بلند تر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کی خاطر تشریف دوبارہ لاتے تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کو باقی رکھ لیا کہ ان میں قوت تو نبوت کی ہو گی نا تو گویا دلوں کو پھر سے اللہ سے آشنا کرنے کے لیے نبی علیہ السلام کی توجہ کی ضرورت ہو گی جو اللہ نے باقی رکھ لیا ان لوگوں کی محرومی کا رب خواہ وہ دنیا سے محروم چلے گئے اپنی پسند سے چلے گئے اللہ نے انہیں محرومی سے بچانے کا سبب پیدا کر دیا اور باقی رکھ دیا کہ وہ رب العلمین ہے اگر بچانے کا سبب ہی نہ ہوتا تو اس کی ربوبیت پہ حرف آتا سبب موجود ہے سورج موجود ہے دیکھنا نہیں چاہتا تو یہ اس کی پسند اس کا فیصلہ میدان حشر میں ہو گا۔

لیکن جوں جوں زمانہ عیسوی علیہ السلام قریب آ رہا ہے جوں جوں زمانہ نبوی علیہ السلام دور ہوتا جا رہا ہے اور برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کم ہوتی جا رہی ہیں تو معاشرے کا حال پہلے یہ تھا کہ بزرگوں کی نصیحت سے کام چل جاتا تھا والدین کے کہنے سے اصلاح ہو جاتی تھی نہیں تو علماء کی تقریر سے اصلاح ہو جاتی تھی اس سے بڑھ کر کوئی سرکش ہے تو کسی پیر کا مرید بن گیا تو اسے لگام پڑ جاتی تھی اب مرید کیا کرے پیر بے لگام ہو گئے ہیں معاشرے کی اصلاح کیا

ہو وعظ اپنی اصلاح کھو بیٹا اولاد کیسے سدھرے جب والدین نہیں سدھرپا رہے والدین بے راہ رو ہو گئے ان اداروں سے سدھرے گا کون جسے استفادہ کرنا ہے وہ کس سے کرے کہ اکثریت کو آپ دیکھ لیجئے پوری قومی ڈھانچے کو سامنے رکھ کر دیکھیے والدین خود بے راہ رو ہیں اولاد کہاں سے سدھرے گی پیر خود حقیقت چھوڑ چکے اور محض دولت جمع کرنا اور باجے گاجے بجانا لوگوں کو گمراہ کرنا انہوں نے پیشہ بنا لیا ہے لوگوں کو فائدہ کہاں سے ہو گا۔ علماء کو میں نے دیکھا ہے بہت پائے کے نامور عالم کو ایک دفعہ ایک چھٹی آئی کہ آپ یہاں آیئے اگر آپ یہاں نہ آئے تو بہت خطرہ ہے لوگ گمراہ ہو رہے ہیں اور گمراہ کرنے والے جو ہیں وہ بڑا زور لگا رہے ہیں انہوں نے اپنی ڈیمانڈ لکھی اتنا کرایہ بھیجو اتنی فیس لوں گا کہ یہ ہو گا وہ ہو گا کھانے کا یہ ہو گا رہائش کا وہ ہو گا جواب آیا کہ لوگ ایمان چھوڑ رہے ہیں لوگ کافر ہو جائیں گے غریب لوگ ہیں اتنا پیسہ ہم نہیں دے سکتے لیکن جو کچھ ہم سے ہو سکا وہ خدمت ضرور کریں گے تو ان حضرت کا جواب یہ تھا من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جسکا جی چاہتا ہے وہ مومن رہے جس کا دل چاہتا ہے وہ کافر ہو جائے میں تب ہی آؤں گا جب اتنے پیسے دو گے تو اگر دین بھی کاروبار تجارت بن گیا تو فائدہ کس کا ہوگا اور کس نے نہیں بنا رکھا الا ماشاء اللہ یہ الگ بات ہے کہ نہ ہونے کے برابر تو لوگ ہوتے ہیں بات تو اکثریت کی کی جاتی ہے کہ اکثریت کیا کر رہی ہے تو پھر ہدایت کہاں سے ہو گی۔

اس کا جواب رب العٰلمین نے یہ دیا ہے اس میں میرا کمال ہے نہ کسی اور کا رب العٰلمین نے یہ سلسلہ عالی اس صورت حال کا جواب پیدا فرما دیا ہے کہ ابھی یہ حال باقی ہے کہ کسی شخص کی ایک نگاہ تمہارے سات لطائف جاری کر دے کسی شخص کی ایک گھڑی کی صحبت تمہارے پورے وجود کو ذاکر کر دے ہدایت کا سوتا گم نہیں ہوا اور یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں پہلی بار روئے زمین کے خوش نصیب انسان اس سلسلہ عالی سے مستفید ہو رہے ہیں یہ پوری تاریخ تصوف میں پہلی بار ہے کہ اس قوت کا چشمہ صافی اسی میں رب العٰلمین نے ظاہر کر دیا کہ دنیا کو بے چراغ نہ رکھا جائے جو بے چراغ ہوتی جا رہی ہے وہ ادارے جو ہدایت کے ضامن تھے وہ مراکز جہاں سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے تھے وہ (جگہیں) جہاں سے بچوں کو ہدایت ہونی تھی ویران ہو چکے ہیں اس کا جواب رب العٰلمین نے یہ دیا ہے اور یہ تاریخ انسانی میں زمانہ تبع تابعین کے بعد پوری پندرہ سو سالہ تاریخ اسلام میں پہلی دفعہ یہ ہوا ہے کہ پوری دنیا کی ہر ملک کی آبادی کا کوئی نہ کوئی خوش نصیب بندہ اپنے قلب کو اپنے لطائف کو اپنے وجود کو اس کی برکات سے روشن اور ذاکر کر رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے میں جانتا ہوں کہ جب ہم نہیں ہوں گے تو تاریخیں لکھی جائیں گی جب ہم نہیں ہوں گے تو بڑے بڑے مقالے پڑھے جائیں گے لوگ پی۔ ایچ۔ ڈی کریں گے ہمارے حالات لکھ کر یہ مجھے خبر ہے لیکن اس وقت باتیں ہو سکیں گی حاصل کچھ نہیں ہو گا۔ میں

اس قوم کو جانتا ہوں اس نے بایزید لبسطامی کو قتل کر دیا اور جب وہ مر گئے تو قبر پر جھنڈے گارڑ دیے اس نے ابو الحسن فرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا شہر میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ جب مر گئے ابھی تک ان کی قبر پوجی جا رہی ہے یہ ہر جانے والے کے جانے کے بعد اس کا نام بیچ کر شہرتیں کمانے کی عادی ہے قوم ہر قبر پر جھنڈے گاڑنا چندے وصول کرنے کی خو ہے انہیں۔ ہمارے بعد بھی ہمارا نام بکے گا۔ یہ مجھے علم ہے اور میں جانتا ہوں جو کچھ اللہ کریم اس سلسلہ عالی سے برکات کا ظہور فرما رہے ہیں اس کی تاریخ کسی سے سمیٹے نہیں سمٹے گی اس کے اتنے عجائبات جمع ہوں گے کہ مورخ سمیٹ نہیں سکے گا۔ لیکن اس سب کا فائدہ ہدایت کے بعد میں لوگوں کو کیا ہو گا۔ ارے لوگوں کی کم علمی کا یہ حال ہے کہ لوگوں کو اللہ کریم زبردستی دے رہے ہیں یہ نعمت اور لوگ لینے کو تیار نہیں اتنے دور چلے گئے ہیں اللہ سے لوگ۔ لوگ اس بحث میں پڑے ہوئے ہیں کہ اللہ کا نام لینا بھی چاہیے یا نہیں لینا چاہیے آپ کسی عیسائی سے جا کر بحث کریں کہ جیزس کا نام لینا چاہیے یا نہیں لینا چاہیے کسی سکھ پر سوال کریں کہ گورو کا نام لینا چاہیے یا نہیں لینا چاہیے جیزس بندہ ہے گورو بندہ ہے آپ کسی ہندو سے پوچھیں کہ رام رام کرنا چاہیے یا نہیں ہر مکتب فکر سے آپ بحث کریں تو وہ کہے گا تم پاگل ہو گئے ہو اس پر بھی بحث کی جا سکتی ہے یہ بھی کوئی بات ہے مسلمان سے پوچھو وہ کہے گا اس کی کیا ضرورت ہے بھئی ہم خود ٹھیک ٹھاک مسلمان ہیں بھائی اس کی کیا ضرورت ہے یہی حال ہے نا اس قوم کا کونسی مسلمانی ہے جو آپ کو اسم الٰہی کی تکرار سے روکے ہوئے ہے اسے آپ اسلام کہتے ہیں تو پھر شیطنت کس کا نام ہے اگر اللہ کے نام سے روکنے کا نام اسلام ہے تو شیطنت کس جانور کا نام ہے۔

اور لوگو! تمہیں چند روپے ملنے کی امید ہو تم جان دینے کو تیار ہوتے ہو ایک ادنےٰ سا ڈپٹی کمشنر آیا ہوا ہو تو آگے بیٹھنے کے لیے تم کپڑے پھاڑنے کو تیار پھرتے ہو کہیں ایک منسٹر جلسے پر آ جائے تم بہو بیٹیاں لے کر بیٹھ جاتے ہو کبھی بحث نہیں کرتے کہ اس کنجر خانے میں جانا جائز ہے یا ناجائز اور تمہیں اللہ کا نام لیتے ہوئے تم سمجھتے ہو یہ تو غیر ضروری سی بات ہے یہ غیر ضروری ہے اور جانوروں کی طرح پیٹ بھرنا ڈکاریں مارنا اور نسل بڑھانا یہ ضروری ہے۔ یہ کرو یہی تمہارے کام آئے گا اور وہ نسل جو ذکر الٰہی سے بیگانہ ہو کر پیدا ہو گی وہ تمہارے جنازے کے لیے دس روپے دے کر امام لائے گی مجھے نہیں آتا اس مردار کا پڑھ دو اس کا یہ یہی فائدہ ہے نا۔ وہ تمہیں غسل دینے کے لیے کسی کو بیس روپے دے گی کہ مجھ سے یہ مردار نہیں نہلایا جاتا اس پر دو بالٹیاں پانی انڈیلو ارے تم اپنے بزرگوں کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو اس سے بھی تمہیں عبرت نہیں ہوتی ارے کوئی مر جاتا ہے کہ تم دیگیں پکاتے ہو کہ میری شہرت ہو جائے مرنے والا جائے جہنم میں لوگ یہ کہیں کہ اس نے حلوے کے

دریا بہا دیئے۔ ارے تمہیں اللہ حج کی سعادت نصیب کرے کہ ایسے لگتا ہے جیسے مکہ تم نے فتح کر لیا اب باجے گاجے اور ڈھول تماشے بج رہے ہیں پتہ چلتا ہے جیسے ابوجہل کو شکست دے کر ہی آ رہا ہے ارے تمہیں حج پہ بھی اپنی شہرت اپنی بڑائی کا خیال ہے موت پہ بھی یہ اپنی بڑائی کا خیال سوائے اللہ اللہ کی کڑوی گولی سے تمہارے دل سے نہیں نکلے گا اور جب میں بڑا ہوں میں بڑا ہوں کا وظیفہ کرتے ہوئے قبر میں جاؤں گا تو پھر وہ تمہارا استقبال کریں گے کہ تم بڑے ہو یا اللہ بڑا ہے وہاں سے واپسی کا راستہ نہیں ہے۔

غیر ممالک کیلئے چندے کی شرح میں تبدیلی

ممالک	سالانہ	تاحیات
سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰/- روپے	۳۰۰۰/- روپے
مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	۷۵/- سعودی ریال	۳۵۰/- سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۰/- سٹرلنگ پونڈ	۱۰۰/- سٹرلنگ پونڈ
امریکہ اور کینیڈا	۳۵/- امریکن ڈالر	۲۰۰/- امریکن ڈالر

بھجوانے کا پتہ: ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون لاہور ۸۴۴۹۰۹